

حیات فردوس مکان

حکیم الامت علامہ ہندی آیۃ اللہ سید احمد نقوی رحمہ اللہ

دیباچہ

باسمہ سبحانہ و لہ الحمد

حضرات! آپ کے ہادیان دین و پیشوایان ملت کے اخلاق حسنہ و صفات پسندیدہ کو سامنے رکھ کر تقلید و پیروی سے اخلاقی ترقی و روحانی تکمیل جس طرح سے زندگی میں ہوتی ہے اور ان کے افعال و اعمال حسنہ سے سبق لے کر جس طرح سے اپنے وجود کو دنیا میں کارآمد بنایا جاتا ہے، اسی طرح سے ان کی وفات کے بعد بھی ان کے نقش قدم پر چلنا، بس یہی ایک بات ہے جس سے ہم حقیقی معنوں میں ان کے خلف صالح ہونے کا مصداق ہو سکتے ہیں بعد وفات ان بزرگان دین کے، ان کے تذکرے اور زندگی کے کارنامے ہماری ہدایت کا کام بس دے سکتے ہیں۔ اسی ضرورت نے ہم کو آمادہ کیا کہ ہم علمائے سلف کی سیرت لکھنا شروع کریں لیکن اس امر اہم کی تکمیل کی صلاحیت کسی طرح سے ہمیں نہ تھی مگر افراد قوم کی بے توجہی نے جز ت دلائی کہ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے، ہرچند کہ ایک کوتاہ قلم کے ہاتھ سے ہوتا کہ یاد اسلاف باقی رہے اور تہذیب و اخلاق و تکمیل نفس کے لئے کوئی معیار سامنے ہو۔ اسی بنا پر یہ سلسلہ باوجود کثرت اشغال ہم نے شروع کیا اور جناب فردوس مکان کی سوانح زندگی لکھی۔

افسوس یہ تذکرہ ناقص اور نہایت ناقص ہے اس تذکرہ کی روح روان :-

(۱) ان جناب کے اجازات و اسناد اور سلاطین ہند و ایران و برٹش حکامان کے پروانے و خطوط تھے جن سے واقعات پر بہت کچھ روشنی پڑتی تھی۔

(۲) سفر عراق و حجاز کے نہایت اہم و ضروری حالات۔

(۳) ان جناب کے تصانیف کے اقتباسات جس سے علمی دنیا میں صحیح عزت و شان کا اندازہ قوم کے لئے ہو سکتا ہے۔

لیکن ہم ان چیزوں کے اندارج سے قاصر رہے باوجود کمال سعی و کوشش فراہم نہ ہو سکے اور کتاب بالکل ناقص رہی۔

امید ہے ہماری معذرت ارباب نظر کے روبرو قابل قبول ہوگی اور اس نقصان کا پورا کرنا ہماری قوت سے باہر خیال کر کے معاف کیا جائے گا۔

والسلام خیر ختام
آختم السید احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت فردوس مکان سید العلماء حاج

سید محمد ابراہیم نور ضریحہ

باب - ۱

خاندانی حالات

وطن و نسل

قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی، ملک اودھ نقوی
سادات کا مسکن ہے۔ حضرت فردوس مکان اس خاندان کے
اعلیٰ رکن تھے۔ آنجناب کا سلسلہ نسب ستائیس واسطوں سے

شجرہ

حضرت شمس العلماء و سید العلماء و سلطان العلماء

فردوس مکان سید محمد ابراہیم ابن حضرت فخر المدرسین ممتاز العلماء

سید محمد تقی ابن علیہن مکان سید العلماء سید حسین ابن حضرت

غفران مآب سید دلدار علی ابن سید محمد معین بن سید عبدالہادی

بن سید ابراہیم بن سید طالب بن سید مصطفیٰ بن سید محمود بن سید

ابراہیم بن سید جلال الدین بن سید زکریا بن سید جعفر بن سید

تاج الدین بن سید نصیر الدین بن سید علیم الدین بن سید

شرف الدین بن سید نجم الدین بن سید علی بن سید ابویعلیٰ محمد بن سید ابی طالب حمزہ بن سید محمد بن سید طاہر بن سید جعفر بن حضرت امام علی نقی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

نہیالی سلسلہ

نہیال بھی آپ کا اسی مذکورہ سلسلہ نسب سے ہے۔ والدہ ماجدہ بھی آپ کی اولاد سید محمد معین صاحب مرحوم سے تھیں۔

جلالت خاندانی

آپ کے تمام اجداد امجاد صاحبان شرف و منزلت تھے۔ منجملہ ان کے سید نجم الدین مرحوم سبزواری ملک ایران سے بغرض نصرت و مدد سالار مسعود غازی ہندوستان تشریف لائے۔ وہ مرحوم امراء سلاطین غزنویہ سے تھے۔ ہندوستان میں قلعہ و دیانگر کو مسخر فرما کر نام اس کا جائے عیش رکھا جو کہ ضلع رائے بریلی میں اب تک جائس کے نام سے مشہور قصبہ ہے۔ اور جناب سید زکریا نے قصبہ پٹاکپور کو فتح کیا اور اس کا نام اپنے جد بزرگوار سید نصیر الدین کے نام پر نصیر آباد قرار دیا۔

جد اعلیٰ کا ذکر

(از تذکرۃ العلماء مصنف علامہ سید مہدی مرحوم)
۱۱۶۶ھ میں قصبہ نصیر آباد میں ہادی ہندوستان و رہنمائے مومنان و استاد علماء و مجتہدان حضرت غفران مآب کی ولادت سے نور چمکا اور اس بحر موج قلزم ہدایت نے تشنگان زلال ایمان کو گھر گھر ہندوستان میں سیراب کیا۔ کون سا خاندان علم ہندوستان میں ایسا ہے جو اس خوانِ نعمت سے منتعم نہ ہوا ہو۔

مصنف شذور العقیان حضرت مولانا سید

اعجاز حسین رحمہ اللہ کی رائے

جناب مولانا رحمہ اللہ اپنے والد بزرگوار سید المتکلمین

مفتی سید محمد قلی صاحب رحمہ اللہ کے سلسلہ تلمذ میں بیان فرماتے ہیں: ”پھر آپ نے تلمذ اختیار کیا خدمت میں اس خدا کی نشانی کے جو تمام عالموں کا خدا ہے، وہ ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے مملکت ہندوستان میں دین کو زندہ کیا اور بدعت و جاہلیت کے آثار کو محو و باطل کیا یعنی مولانا سید دلدار علی نصیر آبادی۔“

آپ کے استاد آقا سید علی طباطبائی

مصنف ریاض کی رائے ایک مکتوب میں

دران بلاد نیز بالطاف ربانیہ و عنایت الہیہ شخصی ہم رسید کہ اہل دین و محبان ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین بمواعظ حسنیہ و تعلیم معالم دینیہ تادیب و تہذیب توان نمود رنگ شبہات ارباب ضلالت و غوایت را بادلہ باہرہ و براہین قاطعہ از صفحات خاطر طالبان طریق ارشاد و ساکان مسالک سداد تو اند زد و بالجملہ اکثر سکنہ آن دیار قدر این نعمت عظمیٰ و منزلت این عطیہ کبریٰ را بدانند۔“

شیخ الاسلام شیخ محمد حسن نجفی

صاحب جواہر کی رائے ایک مکتوب میں

زندہ کرنے والے مراسم دین کے، آباد کرنے والے دین کے، آبادی کے وہ چاند جو طلوع سے اپنے گمراہوں کو ہدایت کرتا ہے، سب سے پہلے اسلام میں علم ہدایت بلند کرنے والا، عزت اسلام و مسلمانوں کو خدائے رب العالمین کے حکم سے اس کے احکام کا پابند بنانے والا، خدا کی روشن دلیل، ہادی امت اپنی حیات میں اور گاڑ دینے والے دو علموں (سلطان العلماء سید محمد و سید العلماء سید حسین طاب ثراہما) ہدایت کی اپنی وفات کے بعد“ (ترجمہ بعض فقرات مکتوب از ظل ممدود مولفہ حضرت مفتی میر محمد عباس صاحب طاب ثراہ)۔

شیخ جلیل شیخ احمد یمنی صاحب نفحة الیمین کی رائے کا خلاصہ

علی، (اشارہ نام کی طرف ہے) رئیس ہیں دین کے اور صاحب شرف ہیں دین جعفری کے لئے امام زمان مولانا (سید) علی رتبہ آپ کا مکارم اخلاق میں رتبہ علوی ہے، اصول میں آپ کو مہارت، مہارت جعفریہ ہے، احاطہ آپ کا فروغ دین میں یوسفیہ ہے اور درایت آپ کی حدیث میں درایت باقریہ ہے، تحریر آپ کی فن تفسیر میں حقائق کی کھولنے والی اور دشواریوں کی آسان کرنے والی ہے، تقریر آپ کی علوم عربیہ میں مستغنی کرنے والی ہے عاقل کے لئے، اگر علامہ حلی آپ کو دیکھتے تو آپ کی اقتدا و پیروی کرتے اور آپ کی سلطنت فضل کے سامنے ان کی ہیبت (علمی) تذلل اختیار کرتی، اگر آپ کی صحبت درس میں (علامہ محمد باقر) مجلسی حاضر ہوتے تو آپ کے علوم کے نورانی دریایان کے پہلو میں موجزن ہو جاتے۔“

(طرائف و ظرائف مصنفہ حضرت تاج العلماء سید علی محمد)

شیخ الاسلام شیخ زین العابدین مازندرانی کربلائی رحمہ اللہ کی رائے کا خلاصہ از اجازہ فردوس مکان

آپ اس شجرہ طیبہ سے ہیں جس کے علم و فضل کی شاخیں عالم میں پھیل گئیں اور دنیا کو گھیر لیا علم و سخاوت کی ڈالیوں نے اور آپ اس قصر عالی شان کے رہنے والے ہیں جس میں ارباب فواضل و فضائل خیمہ زن ہیں اور جائے پناہ ہے رہ روان علم کی جو حصول فضل و شرف کے بعد پناہ لیتے ہیں۔ اگر آپ کے آبائے کرام و اجداد قیام نہ ہوتے تو ہندوستان میں دین کا درخت سبز و شاداب نہ ہوتا اور اسلامی خیمہ بے ستون رہ جاتا۔ ان بزرگوار کا ۱۹ رجب المرجب ۱۲۳۵ھ ہجری میں

لکھنؤ میں انتقال ہوا اور اپنے امام باڑہ واقع لکھنؤ متصل محلہ پائنانالہ میں مزار شریف ہوا اور لوگ اُن جناب کی برکات انفاس سے محروم ہوئے۔ اس وقت فیضان روحانی اُن جناب کا ان کے دونوں فرزند ولید آیۃ اللہ الکبریٰ حضرت سلطان العلماء و حضرت سید العلماء کی وساطت سے عالم میں پھیلا اور ہر اہل علم ان دوسرے چشمہ ہائے علم و کمال سے فیضیاب رہا۔

جد بزرگوار سید العلماء سید حسین صاحب رحمہ اللہ کا مختصر ذکر

۱۲ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ میں دارالسلطنت لکھنؤ میں ان جناب کی ولادت باسعادت ہوئی اور خدمت والد بزرگوار و برادر عالی مقدار میں تحصیل علم و کمال فرما کر وہ درجہ رفیعہ حاصل فرمایا جس کا نظیر قبل و بعد ان جناب کے پیدا نہیں ہوا۔

حضرت مفتی میر محمد عباس صاحب طبائراہ کی رائے ”اوراق الذہب“ سے

ان جناب کو نسبت علماء متقدمین سے وہ تھی جو ہمارے نبی کریمؐ کو نسبت دیگر انبیاء سے ہے زمانا ہمارے نبی سب پر مقدم تھے۔ (خود وہ حضرتؐ فرماتے ہیں ”میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدمؑ آب و گل میں تھے) اور مکانات سب کے بعد۔ اگر وہ جناب عہد رسول انس و جان میں ہوتے تو بے شک خدائے رحمان مدح میں ان کی قرآن میں آیات نازل فرماتا اور یقیناً ان جناب کے جد بزرگوار حضرت رسولؐ مختار، ابوذرؓ و سلمانؓ پر فضیلت دیتے جس میں دو شخص بھی اختلاف نہ کر سکتے۔ اور خدا جانتا ہے کہ ان سے اس عہد میں ان جناب کا کوئی نظیر خلق نہ فرمایا تھا اور علم و کمال میں یکتا تھے۔ خدا اس بات پر گواہ ہے اور میں قرآن کی قسم کھاتا ہوں کہ کوئی اس کے قابل نہ تھا کہ ان کو اجازہ دیتا بلکہ یہ جناب لائق اس کے تھے کہ عوض اجازہ

مددگار اور شرع کے حامی ہیں۔ ۱۲۳۳ھ میں ان جناب کی جب وفات حسرت آیات ہوئی تو زمام شرع حنیف دست حق پرست حضرت ممتاز العلماء میں آئی۔

والد ماجد آنجناب کا مختصر ذکر

دارالسلطنت لکھنؤ میں ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ میں ولادت باسعادت ہوئی اور اپنے پدر بزرگوار سید العلماء اور عم نامدار حضرت سلطان العلماء سے تحصیل و تکمیل علم فرمائی اور کسی کے سامنے کبھی زانو تلمذ آپ نے تہہ نہیں کیا اور کیونکر ایسا ہوتا در آنحالیکہ بعد اپنے ان دو بزرگوں کے وہ جناب رئیس ملت و حامی شریعت تھے اور تلامذہ آباء کرام خود مستفید و مستفیض خدمت بابرکت میں رہتے تھے۔ مدرسہ شاہی میں تمام اکابر مدرس تھے مثل حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید احمد علی محمد آبادی شاگرد رشید حضرت غفران مآب رحمہ اللہ، حجۃ الاسلام مولانا سید حامد حسین صاحب مصنف عبقات الانوار، حجۃ الاسلام مفتی میر محمد عباس صاحب اور آنجناب کو سرکار جنت مکان محمد امجد علی شاہ بہادر شاہ اودھ سے خطاب فخر المدرسین، ممتاز العلماء و منصب ریاست مدرسین عطا ہوا اور سرکار سلطان العلماء و سید العلماء سے آپ کو عہدہ مدرس اعلیٰ مرحمت ہوا۔

جناب مفتی میر عباس صاحب رحمہ اللہ

کی رائے کا خلاصہ

آپ اپنی مبارک کوشش سے درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے اور اس درجہ پر پہنچے جو درجہ بریعیہ آپ کے جد و پدر اور عم بزرگوار کا تھا۔ آپ ہم سب میں (تلامذہ حضرت سید العلماء سے مراد ہے) کم سن اور فضل میں ہم سب پر مقدم تھے۔ (اور اق الذہب) سید سند، مجتہد معتمد، فقیہ واحد، سلالہ اطائب کرام،

لینے کے ان لوگوں کو خود اجازہ دیتے، اس واسطے کہ وہ امام ہدیٰ ہیں اور شمس الضحیٰ ہیں اور امام اس شخص سے سوال نہیں کرتا ہے جس سے کہ خود لوگ روایت کرتے ہوں، نہ آفتاب اس کا محتاج ہو سکتا ہے جو کہ خود اس سے اقتباس انوار کرتے ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ علماء عصر ان جناب کے عیال ہیں۔

مصنف شذور العقیان مولانا سید اعجاز حسین صاحب رحمہ اللہ کی رائے

وہ جناب اپنے عہد میں بے نظیر تھے اور اپنے عصر میں بے عدیل تھے۔ چشم زمان نے ان کے مانند کوئی کل نہ پایا تھا اور اس زمانہ میں ان کے رتبہ کا نظیر و عدیل نہ تھا۔ میری یہ کتاب ان جناب کے فضائل لکھنے کی گنجائش نہیں رکھتی ہے۔

حجۃ الاسلام آقا مرزا علی نقی طباطبائی کربلائی رحمہ اللہ کی رائے

آپ خاتمہ ہیں رقیمہ فقہ و اجتہاد کا اور احکام شریعت کا آپ کی ذات سے قوام ہے، آپ احکام شریعت کے نظام ہیں، اسلام کا بازو ہیں اور حجت مردمان ہیں۔

بحر العلوم ملا حسین طباطبائی نجفی کی رائے کا خلاصہ

اسلام و مسلمان کے شیخ و استاد ہیں اور نشانی خدا کی ہیں، عالموں کے لئے آپ کا کوئی کفو، نہ علماء سابقین میں تھا، نہ آئندہ ہوگا، آپ معین دین و ناصر اسلام اور حافظ شرع خیر الانام ہیں۔

حجۃ الاسلام آقا الشیخ محمد حسن نجفی مصنف جواهر الکلام کی رائے کا خلاصہ

آپ جملہ علوم عقلی و نقلی میں علامہ ہیں، شیعوں کے

وارث ائمہ علیہم السلام، ممتاز العلماء ایدہ اللہ من السماء آپ کے نفس مقدس کی سلامتی سے اسلام و مسلمانوں کی سلامتی ہے اور امراض کی دوری موجب استقامت شرع اور دین ہے۔ آپ کی دعا گوئی میرے لئے نیک ساعتوں میں سے ہے۔ اور میری عبادات میں سے آپ کی دعا گوئی بھی ایک عبادت ہے۔ آپ کی دعا گوئی ایسی عبادت ہے جس کے توسل سے میں خالق سماوات سے توبہ کرتا ہوں اور یہ ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ سے میں اپنی تمام دعاؤں کی قبولیت خدا سے چاہتا ہوں۔ اگر میں آپ کی دعا کو مقدم نہ کرتا تو زبان میری ہر دعا میں لکنت کرتی۔ (خلاصہ بعض مکتوبات)

نظم مرثیہ وفات میں ان جناب کے جو کچھ فرمایا ہے بعض اشعار حسب ذیل ہیں:

کسے نیست از مایہ داران علم
کز وفقت دیں را بگیرند دام
سفر کرد سید محمد تقی
ز گلزار دنیا بہ دار السلام
فتیہ نبیہ وجیہ وحید
شد این خاندان را بر او اختتام
تفقہ توجہ بفقہ و اصول
تفکر تذکر بہموش مدام
ز اقطار عالم بہ او می رسید
مسائل رسائل حوائج مہام
بظاہر ضعیف و باطن قوی
عجب بین ضدین بود التیام
غذایش قلیل و عبادت کثیر
فنا در نظر در حضر انتظام

زباں در دہانش بہ ہنگام صبر
چو تیغ علیٰ درمیان نیام
چو ظل ہما اندرین مرز بوم
باقبال او شرع را احترام
چہ پرسی ز کیفیت وعظ او
بیان می نمودہ حلال و حرام
در ایام ماہ محرم از او
عجب مجلسے در عزائے امام
از او درس رائج پس از اندراس
بہ مسجد از او مجمع خاص وعام
درین عصر ہم می رسند از او
مساکین یتامی ارامل بکام
بان بینہ سست کارش درست
بطبعش سلامت بجسمش سقام
بان خلق او انکسارے کہ داشت
نمی ساخت باغنیایے فحام
مدارا نمی کرد در امر شرع
خشن بود در امر و نہی و کلام
چہ خوش گفت عیش کہ در حق تلخ
تو ہستی چو حیدر علیہ السلام
ز یکتاے او دو تا کردند پشت
بہ تعظیم او سروران عظام
قدش چوں کمان بود و آہش چوتیر
سلاحش دعا در میانش حسام
دعا کردہ در حق او والدش
کہ یا رب تقیش بکن مثل نام

حضرت شیخ الاسلام شیخ محمد حسن مصنف جواهر الکلام کی رائے کا خلاصہ انتخاب از اجازہ

میرے وہ فرزند جو علم و فضل سب سے ہیں، علم کے
تناور درخت کے پھل، علم کے پھلوں کا ذائقہ چکھنے والے،
آفتاب فضل کے چمکدار سنن کا نتیجہ و ماحصل، صاحب فہم
درخشندہ، پرکھ لینے والی بصیرت کے، سید عالی حسب، والا
نسب بڑے حصہ دار فضل و بزرگی کے، ذہین بیٹے ذہین کے،
خنکی چشم، جناب سید محمد تقی۔

۲۴ تاریخ ماہ صیام ۱۲۸۹ھ کو یہ بدر کمال فلک فتنہ
واجتہاد سے غروب کر گیا اور اپنے امام باڑہ واقع چوک لکھنؤ
میں مدفون ہوا۔ جناب مفتی میر محمد عباس صاحب طاب ثراہ نے
عربی و فارسی بہت سی تاریخیں اور مرثیہ نظم فرمائے علاوہ دیگر
شعراء باکمال کے۔ چنانچہ عربی تاریخ کا مادہ یہ ہے۔

وَيُؤَيِّدُ لَتَهْدَمْتَ وَاللَّهُ أَزْكَانُ الْهَدْيِ

۹ ۸ ۲ ۱ ھ

جناب فردوس مکان رحمہ اللہ اسی بوستان اجتہاد کے
شجر پر شمر تھے۔

باب-۲

سنہ ولادت، بچپن کے حالات

سنہ ولادت

دارالسلطنت لکھنؤ میں ۱۲۵۴ھ میں آپ کی ولادت
ہوئی اور جناب مفتی میر محمد عباس صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے
تاریخ ولادت نظم فرمائی۔

هَذَا التَّقِيُّ الْمُتَّقِي ابْنُ حُسَيْنَا

ذِي زُنْبَةٍ مَا شَابَهَا وَهْمٌ وَشَكٌّ

بدرگاہ حق شد دعا مستجاب
کہ گردید در علم و تقویٰ تمام
(مجالس علویہ جلد اول مطبوعہ اشاعتی پریس لکھنؤ مجلس ۷۵)

حجة الاسلام آقا سید ابوالقاسم طباطبائی کربلائی رحمہ اللہ کی رائے کا خلاصہ اجازہ حضرت فردوس مکان سے

سید علامہ، امام فہامہ، رئیس علماء، ممتاز العلماء، متقی
و پرہیزگار پاک و پاکیزہ، ایسے مہذب جو چندہ و برگزیدہ ہیں
یعنی سید محمد تقی۔

حجة الاسلام سید احمد علی محمد آبادی کی رائے کا خلاصہ از سفر نامہ عراق۔

سید بزرگ اور مجتہد معظم، ممتاز العلماء، فخر المدرسین
سید محمد تقی ہمیشہ رہیں ان کی برکتیں۔

حضرت سلطان العلماء کی رائے کا خلاصہ انتخاب از اجازہ

میرے سعید فرزند، یکتائے روزگار، خوش طبع و ظریف
باظرافت، پرکھنے والے طبیعت کے، درجہ اجتہاد پر فائز
چوگان بازی میں صلاح و استقامت کے بازی لے جانے
والے ذہین، پاک و پرہیزگار، صاف باطن سید محمد تقی۔

حضرت سید العلماء کی رائے کا خلاصہ انتخاب از اجازہ

میرے فرزند عزیز، فاضل و بزرگ، سرلیج الفہم، یکتائے زمانہ،
صاحب ذہن و ذکا و رائے صائب، روشن ضمیر، صاحب طبع رسا،
متورع و متقی سید محمد تقی۔ خدا ان کی عزت و شان میں اصلاح
فرمائے اور منزلت و شان ان کی محفوظ رکھے، ترقی دے درجہ کمال
پر، نظر بد سے بچائے تصدق محمد و آل محمد جو بہترین آل ہیں۔

تقلیل غذا

صرف دن میں دو مرتبہ آپ غذا نوش فرماتے تھے۔
فواکہہ وبقولات کے ذائقہ سے بھی شاید آپ آشنا نہ ہوں۔
ایک معمولی نان پاؤ کے توس، آگ پر گرم کئے ہوئے، برشتہ،
دو یا تین، ایک وقت میں معمولی غذا تھی یا چھٹانک بھر چاول
البتہ خربزہ کی فصل میں خربزہ نوش کرتے تھے اور امہ قلمی کا
کمال شوق تھا اور اغلب نوش فرماتے تھے جو کہ مضر صحت بھی نہ
تھا اور موافق طبیعت تھا۔ یہی مقدار غذا ماہ صیام میں صرف
وقت افطار نوش کرتے تھے۔ اور سحر وغیرہ مطلق نوش نہ کرتے
تھے۔ پانی غذا کے بعد اور درمیان میں عرق پیاس کے وقت
اور صرف بعد غذا ایک گوری پان نوش فرماتے تھے۔ البتہ حقہ
چند مرتبہ نوش فرماتے تھے۔

طفلی کے عادات

اپنی دائمی بیماری سے نہایت ضدی اور بد مزاج رہتے
تھے۔ آپ کے پدر بزرگوار اپنے ضدی فرزند کو کاغذ و قلم دوات
سے بہلاتے تھے۔ اور جب کھانے کی ضد کرتے تھے تو بجائے
میوہ اور مٹھائی کے رب السوس یا عنب دے کر بہلاتے تھے اور
کبھی ایک بڑی قاب پر سینک سے شربت انار یا آلو بخارا یا بنفشہ
وعنب کے نقطہ دیتے تھے اور ایک ایک نقطہ چاٹنے کا حکم ہوتا تھا۔

لہو و لعب کی عادت نہ تھی

مثل دیگر اطفال کے دوڑ دھوپ، کھیل کود سے آپ کو
ہمیشہ نفرت تھی۔ چہرہ سے فکر مندی اور تدبیر کے آثار ہویدا
تھے۔ زاید خاموش رہتے اور بقدر ضرورت مختصر کلام، بہت
آہستہ، رک رک کر فرماتے تھے۔ کسی معمولی بات کا جواب بھی
فوراً نہ دیتے تھے، تھوڑے سکوت و وقفہ سے جواب دیتے
تھے، بہت کم ہنستے تھے اور کبھی بجز مسکراہٹ، قہقہہ زنی نہیں

شَمْسُ الْهَدَى كَنْزُ الْعُلُومِ الْمَلِكِ
فَضْلٌ لَيْسَ يَطْمَعُ فِيهِ إِنْشِ أَوْ مَلِكِ
لَمَّا تَوَلَّدَ تَجَلَّلَهُ وَلَا جَلَّه
سَرَّ الزَّمَانُ مَسْرَّةً لَا تُدْرِكُ
قَلْبِي كَيْسَتَانِ الْخَلِيلِ مُنْصَرِ
فَكَأَنَّهُ مَلِكُ ابْنِ دَاوُدَ مَلِكِ
يَا حَسَنَهُ مِنْ هَاتِفِ نَادَى
إِيَّاهُ مَوْرَحًا وَمَهِينًا بَخِ بَخِ لَكَ

۴ ۵ ۲ ۱ ۵

آپ کی ولادت پر آپ کے جد علام علیہن مکان
سید العلماء رحمہ اللہ نے آپ کے عقیقہ کا نام سید محمد ابراہیم رکھا
اور بادشاہ کو خبر ولادت دی۔ شاہ مرحوم نے تہنیت نامہ لکھا اور
اسی روز سے مبلغ تیس روپیہ قلدان کا مقرر فرمایا، جو خزانہ شاہی
سے ملتا رہا اور بعد انتراع سلطنت برٹش گورنمنٹ سے بطور
پنشن حیاتی ملا کیا۔

بچپن سے بیماری

وہ جناب صغرن سے ضعیف و ناتواں و مریض تھے۔
اکثر اطباء حاذق تپ لازم تجویز کرتے رہے۔ آپ کی دائمی
علاالت کی وجہ سے فوق العادت احتیاط غذا میں ہوتی تھی۔
ہمیشہ کانٹے میں تول کر تولوں غذا ملتی تھی۔ گرمی میں آب تازہ
اور سرما میں آب نیم گرم بعد غذا دیا جاتا تھا۔ دیگر اوقات میں
صرف عریقات مثل گاؤ زبان و عنب الثعلب و بادیان حسب
مصلحت وقت حالت تشنگی میں پیتے تھے۔ فواکہہ وبقولات کبھی
کاہے کو نوش کئے تھے۔ آخر عمر تک جو ہمارا مشاہدہ ہے، یہی
احتیاط رہی۔ متصل کھانسی اور ہمیشہ تپ میں گذری جس عہد
میں جس طبیب نے دیکھا دق و سل تجویز کی۔

تکمیل علم

جب ہی تو وہ جناب باجود بیماری وضعف ونفاہت سولہ سال کی عمر میں فاضل کامل تھے جو تائید غیبی اور برکت دعائے حضرت غفرانمآب ونصرت امام عصر علی اللہ فرجہ تھی۔ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ خدمت والد بزرگوار میں تحصیل فرمائی۔ سولہ سال کی عمر میں آپ مسجد شاہی حسین آباد مبارک میں نماز جماعت مغربین پڑھاتے تھے۔

قوت حافظہ

مرحوم آقا حکیم اکرام رضا صاحب کہ ثقات مومنین و اہل علم سے اور معارف لکھنؤ سے تھے، خود مجھ سے ناقل تھے: فرماتے تھے، تمہارے والد ماجد حافظ متون بحار الانوار تھے۔ جب کسی حدیث کو ان جناب سے پوچھا اپنے کتب خانہ کی بحار کا صفحہ وسط و جلد تک کا نشان بتا دیتے تھے، حالانکہ مطالعہ بحار صرف اس قدر فرماتے تھے کہ بروز جمعہ، جس وقت تک موزن اذان میں مسجد پر مشغول ہوتا تھا، آپ بحار کا مطالعہ فرماتے تھے یا فینس پر ملاقات احباب کے واسطے جب جاتے تو بحار کی کئی جلد ہاتھ میں ہوتی تھیں اور راہ میں ملاحظہ فرماتے تھے۔

حکایت

میں نے فن ہندسہ میں کچھ نہ پڑھا تھا اور شرح چغنی شروع کر دی۔ ایک روز خدمت بابرکت حجۃ الاسلام حضرت عم نامدار مولانا سید ابوالحسن معروف بجناب ابو صاحب طاب ثراہ میں حاضر ہوا۔ ان جناب نے دریافت فرمایا: ”کیا پڑھتے ہو؟“ کمترین نے عرض کی۔ شرح چغنی کا نام سن کر فرمایا: ”تم نے ہندسہ میں بھی کچھ پڑھا ہے۔“ میں نے عرض کی: ”نہیں“ فرمایا: ہم نے اور تمہارے والد ماجد مرحوم نے خدمت جناب جنت مآب ممتاز العلماء میں اول مقالات اقلیدس پڑھی، پھر

کی۔ چلنے پھرنے سے زائد ایک مقام پر بیٹھے رہنے کی بے حد عادت تھی۔ مزاح و تمسخر سے خلقی نفرت تھی۔ غیرت و عالی ہمتی و استقلال و جرأت و فکر بلند و ذہانت خداداد آپ کی اس وقت تک ضرب المثل ہے۔

تحصیل علم

باجود دائمی بیماری وضعف ونفاہت کے جس وقت سے زبان اچھی طرح کھلی، پانچ سال کی عمر ہوئی۔ قرآن مجید وارد و دینیات زنان خانہ میں اپنی بزرگ عورتوں سے پڑھا۔ پھر ابتدائی درسیات جناب مولوی کمال الدین صاحب موہانی مرحوم سے جو اسم باسملی اور معقولات و ریاضیات میں مشہور آفاق تھے۔ چند ہی سال کے بعد تعلیم خود والد ماجد نے اپنے سے متعلق کر لی تھی۔

حکایت

جناب مولوی سید سبط حسن صاحب قبلہ مولوی فاضل و ملا فاضل و ممتاز الافاضل اپنے جد بزرگوار فقیہ مومن فخر الزمیں مولانا السید علی حسن صاحب جائسی رحمہ اللہ کی زبانی ناقل ہیں: ایک روز میں خدمت جناب ممتاز العلماء میں حاضر تھا۔ وہ جناب اپنے فرزند کی تعلیم میں مشغول تھے۔ کسی غلطی پر ناراض ہو کر کان کی لو کو اس زور سے دبایا کہ معلوم ہوتا تھا خون ٹپک پڑے گا۔ میں نے عرض کی: ”اللہ اکبر! یہ محبت والفت کہ سرد و گرم ہوا سے حفاظت کی جاتی ہے اور ہر غذا میں احتیاط ہوتی ہے اور یا تادیب و سزا میں یہ شدت!! تعجب ہے ان جمع اضداد پر۔“ آپ نے فرمایا: ”وہ بھی کمال محبت سے اور یہ بھی افراط محبت سے ہے۔ غذا کی احتیاط بھی بغرض بقاء حیات ہے اور تعلیم میں تادیب و شدت بھی بغرض تکمیل روحانیت ہے۔ ہم کو محبت عقلی ہے، نہ کہ حب حیوانی۔ بقا ان کا محض علم و دین کے لئے مطلوب ہے۔“

در سائل جو حمایت الاسلام صیانت شریعت خیر الانام و مناقب و فضائل ائمہ کرام میں لکھی جائیں یا چھاپی جائیں، دنیا میں پھیلانے اور اشاعت کرنے کا ذمہ دار ہے۔ خصوصاً آپ کے خاندان اور بالخصوص آپ کی ذات والاصفات کے ساتھ توسل و تقرب کا مدعی ہے، کیونکہ سب سے پہلے والد ماجد مرحوم نے مجھ کو آپ کے جد امجد علی اللہ مقامہ کی خدمت میں واسطے استفادہ کے معرفت میر نواب صاحب مرحوم زائر حریم شریفین و عتبات عالیات جو میرے والد مرحوم کے خالص دوست تھے اور آپ کے جد امجد کے مقربین میں سے تھے۔ والد مرحوم اس زمانہ میں مرض الموت میں مبتلا تھے۔ آپ کے جد امجد نے مجھ کو آپ کے والد ماجد علی اللہ درجۃ کے سپرد کیا۔ ان حضرت نے مجھ کو معالم الاضول پڑھنے کی ہدایت کی اور خود پڑھانا شروع کیا۔ انتھی مؤضع الحاجت۔

مرجعیت انام

عہد والد ماجد میں آپ مرجع انام ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ نے جو وصیت نامہ آپ کے نام تحریر فرمایا ہے خود اس میں تحریر فرماتے ہیں: ”سوائے نوٹبہای وصیت میر باقر صاحب تاجر کہ خود بعد میرے نور چشم مذکور سے اپنی وصیت کو متعلق کر گئے ہیں اُس میں نور چشم کو نافذ کرنا وصیت میر باقر صاحب مرحوم کا لازم ہے۔“

اعتماد جناب جنت مآب رحمہ اللہ

آپ نے رسالہ یواقیت الدرر فی الثمائنیل وَالصَّوَرِ تصنیف فرما کر خدمت جناب والد میں پیش کیا اور طالب اجازہ ہوئے۔ ان جناب نے بسبب احتیاط انکار فرمایا: ”میں نے کسی کو آج تک اجازہ نہیں دیا اور نہ تم کو دوں گا۔ کسی دوسرے سے عراق میں رجوع کرو۔“ مجبور ہو کر آپ نے

شرح چغمنی شروع کی۔“ گویا ہدایت تھی کہ ترتیب تعلیم غلط ہے، پہلے اقلیدس پڑھنا چاہئے۔

درس و تدریس

حیات والد ماجد میں آپ درس و تدریس فرماتے تھے اور باوجود ضعف و نقاہت تصنیف و تالیف و نماز و موعظہ میں مشغول رہتے تھے۔

چنانچہ اسی زمانہ میں چند حضرات موجودین اطال اللہ بقائہم آپ سے تلمذ رکھتے تھے اور تحصیل علم کرتے تھے:-

(۱) ارسطو فطرت بقراط حکمت جناب حکیم مرزا محمد تقی صاحب ایدہ اللہ۔

(۲) حکیم حاذق طبیب فایق جناب حکیم سید رضا حسین صاحب دامت معالیہ

(۳) عمدۃ القراء جناب قاری یعقوب علی خان صاحب نصرت۔

(۴) عالم علوم مشرقیہ و مغربیہ محقق لوزعی جناب مرزا محمد ہادی صاحب (رسولابی) اے۔، پروفیسر، کرپشن کالج، لکھنؤ۔

چنانچہ جناب ممدوح ایک خط میں احقر کو تحریر فرماتے ہیں:

نقل مکتوب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ۔ دفتر الحکم گولہ گنج لکھنؤ ۳۳ صفر ۱۳۲۲ھ بخد مت والا درجت عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین افتخار المتفقیہین شرف المتکلمین فخر المتالہین مولانا وسیدنا السید السند السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر ادام اللہ برکاتہ

دامت معالیکم۔ بعد اہدایہ ہدیہ و سلام معروض خدمت آنکہ اجزائے حمایت الاسلام بتوسط عالی جناب حکیم مولوی ممتاز حسین صاحب دفتر ہذا میں موصول ہوئے اور اول خلق اللہ کی نظر سے گذرے۔ واقعی یہ کام بہت عمدہ ہے۔ اور الحکم کی تائید و توسیع و توثیق کرتا ہے، کیونکہ الحکم ان جملہ کتب

ان معظمہ کی وفات سے بعض دوسرے بھائی بہنوں مختلف البطن کو اظہار حسد کے موقع ملے اور چندے بعض اندرونی صدمات و تکالیف پہنچتے رہے۔

صدمہ مفارقت والد ماجد

دفعۃً سایہ عاطفت والد ماجد حضرت ممتاز العلماء سر سے اٹھا اور بعارضہ ہیضہ ۲۴/۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ کو وفات حسرت آیات ہوئی۔ آپ بے یار و مددگار ہو گئے۔ اعدائے خاندان کو کینہ دیرینہ نکالنے کا موقع ملا۔ چہار جانب سے دشمنوں کا ہجوم۔ ابھی لغش بھی اٹھنے نہ پائی تھی کہ لوگ ریاست علمیہ کے اپنی طرف منتقل کرنے پر متوجہ ہو گئے، لیکن وہ جناب اپنے سید و مولا و آقا امیر المومنین روحی لہ الفدا کی تاسی میں مفاد و مصداق اس شعر کا تھے۔

امامیکہ بعد وفات پیہر
خلافت گذارد بھاتم نشیند

باب-۳

واقعات بعد وفات جناب جنت مآب

واقعہ-۱

وقت وفات جناب جنت مآب سے دراندازی شروع ہوئی۔ ان جناب نے خاموشی اختیار کی اور تابوت اٹھایا۔ دریائے گومتی پر غسل کے واسطے لے چلے۔ اب تک مشہور ہے یہ بات کہ اس قدر جمعیت مشایعت جنازہ میں تھی کہ کسی جنازہ میں عہد شاہی سے بادشاہ و وزیر و علماء و مجتہدین کے کسی نے نہیں دیکھی۔

حکایت

عمدۃ الذاکرین زبدۃ العارفین جناب مولوی سید جواد صاحب الملقب بالاخباری دام مجدہ اور عمدۃ القراء یعقوب علی

سکوت کیا اور نماز جماعت و درس و تدریس و عظ و تصنیف میں مشغول رہے، لیکن آپ کے والد ماجد نے اپنے لائق فرزند کو اگرچہ اجازہ نہیں لکھا، باوجود اس کے ایک وصیت نامہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۷/۸ اپریل ۱۸۶۹ء تحریر فرما کر رجسٹری کرا دیا، جس میں فرماتے ہیں: پہلا امر یہ ہے کہ مجھے الفواد و الفائز بدرجۃ الکمال و الرشاد سید محمد ابراہیم سلمہ اللہ الکریم کو کہ ارشد و اکمل سب میری اولاد میں قائم مقام اور ولی عہد اپنا گردانا۔

اپنے فرزند کے کمال و رشد کی تصدیق کے ساتھ تمام امور حسبیہ شرعیہ کو آپ کے سپرد کیا اور اپنی رائے پر صرف کرنے کا اختیار دیا، جو صریح دلیل ان جناب کے اجتہاد کی ہے اور تصدیق ہے ان کے مرتبہ کمالیہ اجتہادیہ کی کیونکہ امور اجتہادیہ بجز مجتہد کوئی بھی اپنی رائے پر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس وصیت نامہ میں فرماتے ہیں: ”اور جو چیزیں میری تولیت میں ہیں، مثل امام باڑہ میر باقر صاحب تاجر مرحوم اور دیہات و قفہ ان کے اور دو کانات مسجد تحسین علی خاں کہ جس کا فرمان شاہی میرے نام سے معاف ہے تولیت ان سب کی میرے بعد نور چشم مذکور سے متعلق کی میں نے پس کرایہ دو کانات مذکورہ کو حسب رائے اپنی صرف کیا کریں اور امور خیر کو انصرام دیتے رہیں“۔ غرض کہ اسی زمانہ سے آپ قائم مقام ولی عہد حقیقی معنوں میں اپنے والد بزرگوار کے تھے۔

صدمہ مفارقت والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۱۲۸۲ھ میں ہوا اور بزرگ کا سایہ اٹھ جانے سے آپ کمال محزون و مغموم رہتے تھے۔ مادہ تاریخ وفات مرحومہ کا یہ ہے:-

مکین گلشن جنت شدہ

۲ ۸ ۲ ۱ ھ

خان صاحب نصرت اور عمدۃ الشعراء جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت و نیز متواتر مشہور ہے کہ ہم لوگ شریک مشالعت تھے، ایسی جمعیت کبھی نہ دیکھی تھی۔ نغش جس وقت دولت سرا سے اٹھی، عقب مسجد تحسین علی خان واقع چوک سے دریائے گومتی تک باوجود اس بعد و فضل کے دوش بدوش آدمی تھے، جس کثرت و اثر دہام کو ان جناب کے مرثیہ میں جناب مفتی میر محمد عباس صاحب نور ضریحہ نظم فرماتے ہیں:-

ولے نغش او را چو بر داشتند

عیان شد عجب کثرت و اثر دہام

بعد فراغ غنسل دریا سے نغش امام باڑہ کو چلی، متصل گول دروازہ میدان وسیع تھا جہاں اب وکٹوریہ پارک تعمیر ہے، حضرات کی رائے ہوئی نماز جنازہ اس میدان میں ہو، کیونکہ یہ مجمع کسی امام باڑہ یا مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نماز کے بعد مجمع کچھ کم ہو جائے گا۔ جناب فردوس مکان کو رائے پسند آئی۔ نغش اسی میدان میں رکھ دی گئی۔ خود فردوس مکان جمعیت سے دور علیحدہ گریاں زمین پر بیٹھ گئے۔ صدرالواعظین جناب مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم و بعض رؤسا حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی: ”چلئے، نماز پڑھائیے۔“ حضرت فردوس مکان باہمی اس نزاع کو سنے ہوئے تھے کہ نماز جنازہ ہم کو پڑھانا چاہئے کیونکہ ہم تمام علماء میں بزرگ ہیں۔ جناب فردوس مکان نے اس قصہ کو فرو کرنے کے واسطے فرمایا: ”مجھ میں حال نہیں، قطع نظر اس کے جناب مولانا سید احمد علی صاحب محمد آبادی علمائے موجودین ہندوستان میں بزرگ سنا اور ہمارے جد اعلیٰ حضرت غفران مآب کے شاگرد رشید ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ جناب نماز پڑھائیں“ لوگوں نے اس مجمع میں ان کی خدمت میں عرض کیا۔ سنتے ہی جناب فردوس مکان کے

پاس تشریف لائے۔ گلے لگ کر بے حد روئے۔ باصرار تمام جناب فردوس مکان کو قریب تابوت لائے اور مقدم کھڑا کیا۔ خود پشت سر کھڑے ہو کر نماز باقتدا پڑھی۔ اعلان کیا گیا نماز جنازہ جناب فردوس مکان پڑھائیں گے۔ تمام مجمع نے نماز پڑھی اور پھر اختلافی کوششیں حضرات کی کارگر نہ ہوئیں، حاسدین خاندان بے نیل مرام مکانوں پر واپس آئے۔

واقعہ-۲

دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ ماہ صیام کی مسجد تحسین علی خاں پر جس جمعیت سے ہوتی تھی، دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں سیڑھیاں اور چھت پر مسجد کے مجمع ہوتا تھا جس کی طرف جناب مفتی میر محمد عباس رحمہ اللہ یہی مرثیہ میں ان جناب کے اشارہ فرماتے ہیں ۔

از او درس رانج پس از اندر اس

بمسجد از او مجمع خاص و عام

اتنی جمعیت سے لکھنؤ میں کوئی نماز نہ ہوئی تھی۔ تمام علماء و فضلا شریک جماعت ہوتے تھے۔ جو ایک مرتبہ اس مقام پر نماز پڑھا دے، بس وہ مرجع خلائق بن جائے۔ دراندازوں کو سوجھی، کم از کم یہی موقع ہاتھ آجائے۔ جناب فردوس مکان کے علم و فضل میں قدرح شروع ہو گئی۔ کوئی ان کے صغرن کو پیش کرنے لگا۔ جب ناکام ہوئے اور اپنی کوئی صورت نظر نہ آئی تو حضرت مغفرت مآب ملک العلماء جناب سید بندہ حسین صاحب رحمہ اللہ کو ابھارنا شروع کیا کہ نماز جمعہ وہ جناب مسجد جامع میں پڑھائیں کیونکہ اس وقت وہ بزرگ خاندان اور جناب فردوس مکان کے چچا تھے۔ حاسدوں کی نہ چلی اور قطعی انکار فرمایا ۔

چراغی را کہ ایزد بر فردوز

کسے گر پف زند ریشش بسوزد

صاحب فراش و سخت بیمار تھے، چند ہی روز بعد وفات ہوئی۔ ان جناب کا اعتبار و اثر جس قدر لکھنؤ پر تھا، محتاج بیان نہیں۔ ان مغفرت مآب کو جب معلوم ہوا کہ جناب جنت مآب کی وفات ہوئی اور بعض تلامذہ خاندان اجتہاد برسر مقابلہ فردوس مکان ہیں۔ آپ نے اس مجمع میں رؤساء و اعیان شہر کہ جو ہر وقت عیادت و تیمارداری کے واسطے حاضر رہتا تھا، فرمایا: ”افسوس فقہ ہندوستان سے اٹھ گئی۔ جناب ممتاز العلماء کا انتقال ہوا، لیکن ان کے فرزند سید محمد ابراہیم صاحب کی قابلیت علمیہ سے میں واقف ہوں۔ ان کی خاموشی و کم سخی نے لوگوں کو جرأت دلائی۔ اگر میں زندہ بچا تو ان سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ صاحبزادے کیسے ہیں۔“ اس ارشاد کی جس کے سننے والے اب بھی اکثر ثقات مومنین ماشاء اللہ موجود ہیں اَطَالَ اللہ بَقَائَهُمْ۔ اس واقعہ سے بھی لوگوں کی ہمت پست ہو گئی۔

واقعہ ۴-

قائم مقامی

روز سوم جناب جنت مآب امام باڑہ مرحوم میں تمام رؤساء شہر و علماء و مومنین کا اژدہام تھا۔ قبل شروع مجلس منجانب شاہزادگان فردوس مکان کو قائم مقام و ولی عہد ان جناب کا کیا گیا اور اسٹار آف انڈیا پرنس مرزا محسن الدولہ بہادر مرحوم نے خلعت تعزیت دیا۔ رؤساء و شاہزادگان کی مرجعیت نے حاسدوں کی رہی سہی ہمت کو اور توڑ دیا۔

واقعہ ۵-

دستخط مسائل

جناب فردوس مکان نے جب مخالفت کا طوفان روز بروز بڑھتے دیکھا اور علم و قابلیت میں تدرج زور و شور سے شروع دیکھی، اس وقت علمائے موجودین لکھنؤ کو تحریریں بھیجیں:

جناب مولانا سید احمد علی صاحب طاب ثراہ کو ان مفسدہ پرداز یوں کی جب خبر ملی خود مکان پر تشریف لائے اور جناب فردوس مکان کو مجبور کر کے مسجد پر ہمراہ لائے اور دیگر علمائے نامدار، سرآمد فضلاء روزگار مثل فقیہ باذل جناب مولانا سید محمد حسین فاضل فیض آبادی، سید التکلمین جناب سید حامد حسین صاحب قبلہ، فقیہ مومن جناب مولانا سید علی حسن جاسی، فخر التکلمین جناب علامہ سید غلام حسنین صاحب کنتوری، فخر العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب، عمدۃ العلماء جناب مولانا سید حیدر علی صاحب، سید الواعظین جناب مولانا میر سید علی صاحب، رئیس الواعظین جناب میر محمد شاہ صاحب طاب ثراہم تشریف فرما تھے۔ سب نے جناب فردوس مکان کو مصلے پر کھڑا کیا اور نماز جمعہ پڑھانے پر مجبور کیا۔ جناب علامہ کنتوری مولانا سید غلام حسنین صاحب احقر کو اپنے ایک خط میں اس قضیہ نامرضیہ کو تحریر فرماتے ہیں، جس کی تفصیل مناسب نہیں بعض الفاظ نقل کرتا ہوں:

اذکر و اموتیکم بخیر۔ ان حضرات سے خدا درگزر کرے۔ ”عزیز برادر مولوی حامد حسین صاحب اعلیٰ اللہ درجہ نے جب میری حاضری کی خبر منگوائی تب آئے اور نماز جمعہ و عصر دونوں آپ کے والد ماجد برد اللہ مضجعہ نے پڑھائی۔“ جب ایسے ایسے اکابر علماء نے شرکت جماعت کی تو سب کی ہمت ٹوٹ گئی اور پھر دوسری شکست حاسدوں نے اٹھائی۔

واقعہ ۳-

علمی تصدیق

زمانہ وفات حضرت جنت مآب میں سید الواعظین فخر الحدیث جناب مولانا مرزا محمد صاحب الملقب بالاخباری

”آپ حضرات مجھ کو مجتہد اور قابل فتویٰ دینے کے سمجھتے ہیں یا نہیں؟“ جو حضرات مخالفت پر آمادہ تھے، انھوں نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ باقی نے تسلیم کیا اور فوراً جواب لکھ بھیجا۔ چنانچہ جناب علامہ کنختوری مولانا غلام حسنین صاحب قبلہ احقر کو ایک تحریر میں اس واقعہ کی نسبت اشارہ فرماتے ہیں: ”افسوس ہے کہ میرے پاس اس وقت سوانح عمری نہیں ہے، ورنہ کیفیت دستخط استفتا جو ۲۰ یوم تک آپ کے والد ماجد مرحوم نے اجازت اہل خیرت پر ملتوی کی تھی، اس کو لکھتا کہ جو بڑی بھاری سند ہے جس میں چند علماء نے مجتہد و قابل افتا تسلیم کیا ہے۔“ پیہم ایسے واقعات نے مخالفین کی کمر ہمت توڑ دی۔ آپ نے یہ بھی اختیار فرمایا کہ مختلف مواقع پر خود نماز جمعہ نہ پڑھاتے تھے بلکہ کبھی افضل الناس جناب مفتی میر محمد عباس صاحب طاب ثراہ کو اور کبھی عم معظم جناب میر آغا صاحب قبلہ طاب ثراہ کو مسجد تحسین پر نماز جمعہ پڑھانے کے واسطے بھیجتے تھے۔ زمانہ چہلم جناب جنت مآب اسی مخالفت میں کٹا۔ بعد چہلم فوراً فردوس مکان حج بیت اللہ کے واسطے روانہ ہوئے۔ مراجعت پر بہت کچھ فتنہ خوابیدہ ہو چکے تھے۔ اس زمانہ میں اپنا نائب و قائم مقام جناب عم نامدار عماد العلماء حضرت سید مصطفیٰ المعروف بجناب میر آغا صاحب قبلہ طاب ثراہ کو کیا تھا وہی جناب دستخط مسائل و نماز جماعت وغیرہ پڑھاتے تھے۔

باب - ۲

اجازات و علما کی رائیں

واقعہ حصول اجازات

عہد کرامت مہد جناب جنت مآب میں رسالہ یواقیت الدرر فی التماثل والصور حرمت تصویر کشی میں استدلالی ان جناب نے لکھا اور والد بزرگوار کی خدمت میں

بغرض اجازہ پیش کیا۔ ان جناب نے حسب عادت انکار فرمایا۔ جناب فردوس مکان نے سکوت فرمایا۔ اتفاقاً آپ کے دوست خاص فلک قباب قمر رکاب جناب میر محمد حسین خان صاحب مرحوم رئیس لکھنؤ عازم سفر عراق ہوئے۔ آپ نے کتاب مذکور موصوف کے سپرد کی تاکہ حضرات علمائے عراق کی خدمت میں پیش کر کے اجازہ حاصل کریں۔ ادھر یہ خبر انہیں مخالفین خاندان کو ملی۔ فوراً ایک استشہاد مخصوص لوگوں کا بنا کر اسی قافلہ والوں میں سے ایک شخص کے ہمراہ روانہ عراق کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”سید محمد ابراہیم صاحب نہایت کمسن اور بے علم ہیں۔ یہ رسالہ ان کے والد ماجد کی تصنیف ہے۔“ کیا بتائیں کہ کس کس نے اس پر دستخط کئے؟ مدعیان زہد و تقویٰ علم و اجتہاد پر نازاں خاندان اجتہاد کے فدائی قصیدہ خوانی و مدح سرائی میں جن کی ہمیشہ عمر بسر ہوئی، بعض حضرات علماء و مومنین ان سے واقف ہیں خصوص جناب علامہ کنختوری ایدہ اللہ مختصر یہ رسالہ عراق پہنچا۔ نواب صاحب موصوف مرحوم ناقل تھے جس وقت وہ رسالہ خدمت حجۃ الاسلام جناب شیخ زین العابدین رحمہ اللہ میں پیش کش ہوا، ان جناب نے ساتھ ہی استشہاد مجھ کو دکھایا۔ میں حیرت زدہ رہ گیا۔ میرے ہی قافلہ میں ایک صاحب اس طرح سے مخفی لے گئے کہ مطلق مجھ کو خبر نہ ہوئی۔ استشہاد دکھا کر مجھ سے جواب طلب ہوا۔ متحیر کیا جواب دوں۔ عرض کیا: ”یہ فعل دشمنوں کا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں۔ کم سنی میں ان جناب کے شک نہیں، لیکن یہ خدا داد فضل ان کی تصنیف و تحریر سے واضح ہے۔ اب رہا یہ کہ تصنیف جناب ممتاز العلماء کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تصانیف جناب ممتاز العلماء اگر خدمت میں موجود ہوں تو مطابق کیا جائے۔ طریق استدلال و اسلوب پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ یہ

شکوہ و شکایت و عذر و معذرت رفع و گذشت ہوئی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ
وَ اَرْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَنَّا وَ عَنْهُمْ۔

شیخ الاسلام جناب شیخ زین العابدین رحمہ اللہ کی رائے ملخص از اجازہ

ان لوگوں میں سے جنہوں نے اس جولانگہ علم میں
اسپہمت کو دوڑایا اور صاحبان افتخار کے روبرو چوگان میں
بازی لے گئے، وہ جناب عالم عامل، فاضل کامل، تعجب میں
ڈالنے والے، اپنے فضل میں بڑے متورع، سردار، کریم و شریف
و شجاع، نور چشم علم و فہم و ذکاوت و سعادت، غنچہ گلستان بزرگی
(و) ورع و حسن و سیادت، پاکیزہ اخلاق، مستقیم الراے،
صاحب آداب، یکتائے روزگار، قلب سلیم رکھنے والے، خلق
عظیم کے مالک، مستحق تمام نیک تعظیموں کے اور اعلیٰ بزرگ داشتوں
کے، خلیل الفقہاء سید العلماء جناب مولانا سید حاجی محمد ابراہیم،
ہمیشہ خدا اپنی توفیقات سے موفق رکھے اور اپنی چشم رحمت
میں ان کو ملحوظ رکھے۔ مجھ کو ان جناب کی رفعت شان و علوم مکان
ان کے بعض مصنفات فقہیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوئے جو
کتاب مسائل مہمہ پر مشتمل ہے اور حسن و جودت طبع میں موتی
ہے، وہ کتاب الفاظ مشککہ اور معانی دقیقہ اور استدلال عمیق پر
مشتمل ہے، محض جمع اقوال و تحریر الفاظ نہیں ہے۔ وہ کتاب
آپ کے فہم صائب اور فکر درخشاں اور طبع روشن و قوت قدسیہ
اور کمالات انسانیہ کی روح اور ملکہ فاضلہ اجتہادیہ کی انتہائے
دلیل ہے۔ آپ کو علم فروع و اصول میں کافی حصہ حاصل ہو گیا
ہے اور فنون سمعیہ منقول و معقول میں چھلکتا ہوا جام مل گیا ہے۔
اور ایسا کیوں کر نہ ہو، آپ کے اس فضل و کمال پر کیوں متعجب
ہوں، آپ اس شجرہ طیبہ سے ہیں جس کے علم و فضل کی شاخیں
عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور چھائی ہوئی ہیں شاخیں علم و سخاوت

جواب پسند آیا۔ تصانیف موجودہ جناب ممتاز العلماء سے
مقابلہ کیا گیا۔ فوراً ان نقاد نظروں نے پہچان لیا کہ واقعی
عداوت برتی ہے۔ علم و تقدس و زہد ظاہری مہر کنندگان کا سب
پروا نہ ہو گیا۔ دیگر زواروں نے بھی تمام واقعات دشمنوں کے
خدمت علماء میں نقل کئے۔ فوراً حضرت شیخ مرحوم نے لکھنے کا
وعدہ فرمایا۔ پھر یکے بعد دیگرے تین مفصل و مبسوط اجازہ
حاصل ہوئے۔ جو کہ مراجعت عراق کے بعد خدمت فردوس
مکان میں پیش کئے گئے اور حکایت استشہاد بھی ان جناب کی
خدمت میں نقل کی۔ وہ اجازات اسی زمانہ میں طبع کئے گئے۔

جناب فردوس مکان نے جب واقعہ استشہاد سنا، بے حد
قلق ہوا۔ آخر سکوت کب تک؟ اس بغض للہی کا جواب کب تک نہ
دیں؟ بعض کتب فقہیہ پر ان بزرگ کے چند اعتراض لکھ کر مع
ایک رقعہ روانہ فرمائی جس کا حاصل یہ تھا کہ کتاب ”یواقیت“
میرے نام سے موسوم کر کے حضرت ممتاز العلماء نے تصنیف فرمادی؟
مجھ کو آپ کی فلاں تصنیف میں یہ شبہ ہے۔ بہتر ہے کہ آپ جو
اب لکھیں اور معلوم فرمائیں کہ میں نے کتنی تحصیل علم کی ہے۔

جب وہ اعتراضات مع رقعہ ان جناب مغفرت مآب
کی خدمت میں پہنچے، خود تشریف لائے سبب تحریر رقعہ
دریافت کیا۔ فردوس مکان نے قصہ استشہاد اور مہر بیان کیا۔ یہ
سن کر خاموش ہو گئے کہ واقعہ کھل گیا، معذرت شروع کی اور
فرمایا: ”چند ثقات مومنین نے مجھ سے بقسم بیان کیا کہ آپ
نے تکمیل و تحصیل نہیں فرمائی۔ ان کے اعتبار پر میں نے دستخط
و مہر کر دی۔“ جناب فردوس مکان نے فرمایا: ”میں بھی زندہ اور
آپ بھی زندہ ایک ہی شہر کے رہنے والے، کیا تحریر و تقریر
سے آپ خود دریافت نہ کر سکتے تھے؟ ادعاے تلمذ خاندان
واظہار اخلاص و ارادت سب سے زائد آپ کو ہے۔“ مختصر بعد

کی تمام دنیا میں۔ آپ اس قصر عالی شان کے رہنے والے ہیں جس میں ارباب فضائل و فواضل خیمہ زن ہوئے ہیں اور جو قصر پناہ گاہ ہے مسافر ان علم کا جو فضل و شرف کے بعد آکر پناہ لیتے ہیں۔ اگر آپ کے آبائے کرام واجداد فحاش نہ ہوتے تو ہند میں دین کا درخت سرسبز و شاداب نہ ہوتا اور خیمہ اسلام بے ستون نصب نہ ہو سکتا۔ اس بنا پر ان جناب پر سزاوار ہے کہ حمد خدائے برتر بجالائیں، اس لئے کہ خدا نے ان کو یہ مناقب و فضائل عطا کئے اور یہ خصائص اور شرف کرامت فرمائے جو انہیں کے واسطے مخصوص ہیں۔“

حجة الاسلام آقا السید ابوالقاسم طباطبائی

کربلائی کی رائے ملخص از اجازہ

میرے پاس بعض رسائل مصنفہ و مقالات مولفہ عمل صور مجسمہ میں پہنچے۔ وہ رسالہ باوجود اختصار الفاظ و سلاست معانی کے شامل ہے تحقیقات فایقہ اور تدقیقات رایعہ پر لطیف نکات و خفی اشارات پر، جن نکات پر لوگ مطلع بھی نہیں ہو سکتے، چہ جائیکہ کل پر، مگر وہی لوگ جو صاحبان ملکہ قدسیہ و موبہت عظمیٰ ربانیہ ہوں۔ مجھ کو قسم ہے خدا کی یہ رسالہ فقہ میں کتاب مبین ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے والے علماء کے دلوں کو تقویت ہوتی ہے اور موجب خنکی چشم ہے طالبان بصیرت کے لئے، جس کے دیکھنے سے حاسد و دشمن دل کی بیماری میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے مجھ پر واجب ہوا کہ مصنف کتاب کے واسطے مسند بچھاؤں اور بندگان الہی کی گردنوں میں ان جناب کے اقوال کا طوق و گردن بند پہناؤں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے مجھ کو تحیر و تعجب ہوا۔ وہ ایسے عالم ہیں جن کا مثل نہ پیشتر تھا نہ مابعد۔ یہ رسالہ تصنیف اس بزرگ کی ہے جس نے نشوونما پائی گود میں علم کی اور دودھ پیاسیدہ فہم سے،

صغرن میں اپنے آبائے کرام کی زبانوں سے علم لیا اور پڑھ کر اپنے اجداد فحاش کے کتب سے اجتہاد کیا۔ وہ کون بزرگ ہے فاضل الہی، عالم ربانی، صاحب جسم نورانی، خلاصہ علماء اعظم اور نتیجہ فاضل افخم، سابقین میں برگزیدہ و چنندہ اور قابل اقتدا و پیروی بعد والوں کے لئے، عالم باعمل اور فاضل، فرق کرنے والے حق و باطل کے، دلائل احکام کا استخراج کرنے والے، جناب سید کریم و آقائے حلیم سید محمد ابراہیم دام بقائے فرزند دلہند سید علامہ امام فہامہ، رئیس علماء، ممتاز العلماء متقی و پرہیزگار، پاک و مہذب و برگزیدہ سید محمد تقی فرزند سید محققین و امام و پیشوائے مجتہدین، زندہ کرنے والے شریعت جد امجد سید المرسلین ﷺ کے اور پھیلائے والے علوم ائمہ طاہرین کے، وہ ایسے کے فرزند ہیں جو علماء کا کعبہ ہے اور فضلاء کا قبلہ ہے، زاہدوں کا مرشد ہے، روشن دلوں کی پناہ گاہ ہے، قوام مذہب و ملت ہے، ہر بدی سے منزہ و پاک امیر سید حسین فرزند سید بزرگان، رئیس مردمان، یتیموں کا پرستار، اسلام کا مددگار جناب امیر سید دلدار علی، ڈھانپ لے ان کو خدا اپنی رحمت میں اور حشر کرے ان کا ان کے اجداد کے ساتھ اور ان کو اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا دے، جو ان سے پیشتر کے علماء کو دینے والا ہے۔

شیخ مومنین آقا شیخ حسن خلف مرحوم

حجة الاسلام شیخ اسد اللہ کاظمینی رحمہ

اللہ کی رائے ملخص از اجازہ

ان لوگوں میں جنہوں نے طلب علم میں کوشش کی اور تحصیل مطلب میں سعی کی، علم و عمل پر فائز ہوئے سنہرے طریق پر اور علم و عمل کی وجہ سے جس شرف ان کو حاصل ہوا، جیسا کہ نسبی شرف ان کو حاصل تھا، شاخ ہیں شجرہ رسالت کی

مغفور سید ابراہیم، خدا قرار دے ان کو ورثہ داران جنت نعیم سے۔
شریعت مدار آقا سید ابوالحسن اصفہانی
نجفی کی رائے کا خلاصہ اجازہ موصوف
سے

علامہ مرحوم وفہامہ مبرور سید ابراہیم نقوی لکھنوی، خدا
 ان کو ورثہ داران جنت نعیم سے قرار دے۔

شریعت مدار آقا سید مصطفیٰ کاشی
نجفی کی رائے کا خلاصہ اجازہ موصوف
سے

عالم ربانی، فاضل صمدانی، شمس العلماء اعلام، خوف الہی
 سے ترسان، بڑے باحلم سید ابراہیم ملقب بہ حجت الاسلام
 خدائے ملک علام کی بخشش ہو۔“

حجة الاسلام آقا سید محمد باقر طباطبائی
کی رائے کا خلاصہ اجازہ احقر سے

مرحوم ومبرور، عالم علامہ، فاضل فہامہ، صاحب ذکاء
 سلیم سید محمد ابراہیم لکھنوی“

شیخ الاسلام حاجی شیخ محمد حسین
مازندرانی کربلائی کی رائے کا خلاصہ
اجازہ احقر سے

مرحوم حجت الاسلام فقیہ اہلبیت علیہم السلام شمس العلماء
 حاجی سید محمد ابراہیم۔“

حضرت آیۃ اللہ آخوند ملا محمد کاظم
خراسانی کی رائے کا خلاصہ ایک تحریر
متعلقہ نحیف سے

مرحوم مبرور حجت الاسلام شمس العلماء اکرام آقا سید محمد ابراہیم،
 فقیہ مومنین جناب مولانا سید علی حسن

اور پھل ہیں درخت شجاعت کے، درخشندہ چاند ہیں اور فاضل
 ماہر اور بصیر ذی عقل ہیں، عمدہ تحریر لکھنے والے، جن کی ذات
 میں تمام فضائل جمع ہیں، منبع ہیں تمام فضیلتوں کے اور تمام فضلاء
 سے بہترین استنباط و استخراج احکام مشکلہ کرتے ہیں دلیلوں
 سے، متاخرین علماء میں آپ چندہ ہیں، علماء اولین میں آپ
 برگزیدہ ہیں، بے مثل علماء کا آپ نتیجہ ہیں، خلاصہ مجتہدین
 و فاضل ہیں، ذہن آپ کا ہر لغزش سے محفوظ رہتا ہے، فہم آپ کا
 مستقیم ہے، رائے آپ کی قوی و محکم ہے، ملکہ قدسیہ آپ کا
 مستحق تعظیم ہے، آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حجت لائی
 گئی ہے خدائے حکیم علیم کی طرف سے، سید محمد ابراہیم ہمیشہ نظر
 عنایت جناب احادیث ان پر رہے اور تمام مکروہات و امراض
 سے آپ محفوظ رہیں، خداوند کریم نے آپ کو وہ مناقب و شرف
 و مراتب و فضائل عطا کئے ہیں جس کے بیان سے زبان قلم
 مخلوق کی قاصر ہے۔“

شیخ الشریعت اصفہانی آقا شیخ فتح اللہ نجفی
مدظلہ کی رائے کا خلاصہ اجازہ السید المومنین
اخی السید ابوالحسن سلمہ اللہ

مرحوم مبرور، ساکن دار سرور کے، کریم ابن کریم سید
 محمد ابراہیم طاب ثراہ

ایضاً ملخص اجازہ احقر
 مرحوم ومبرور، ساکن دار سرور علم، علامہ علیم، سید محمد
 ابراہیم لکھنوی

جناب آقا الشیخ علی خراسانی لکنا آبادی
نجفی رحمہ اللہ کی رائے کا خلاصہ اجازہ
برادر موصوف سلمہ اللہ سے

شمس العلماء اکرام و سید الفقہاء العظام مرحوم ومبرور

صاحب جائسی کی رائے کا خلاصہ ایک تحریر متعلقہ نحیف سے

فرزند اس امام کے جس کا احسان و نیکی عام ہے، ہر شخص کے لئے کوئی مومن ایسا نہیں ہے جس پر دست کرم ان جناب کا نہ ہو
نوٹ: شاہ کجکلاہ ناصر الدین شاہ مرحوم نے طہران میں بعد ملاقات جو پروانہ جناب فردوس مکان کو بھیجا تھا اس میں حجۃ الاسلام سے مخاطب کیا تھا۔

حضرت عماد العلماء وعم معظم جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ کی رائے کا خلاصہ ایک تحریر متعلقہ نحیف سے

میرے مرحوم بھائی عالم علامہ اور سردار بزرگ و رئیس جلیل شمس العلماء الکرام صاحب بزرگی عظیم میرے عزیز بھائی سید محمد ابراہیم خدا ان کو حلہائے جنت سے آراستہ کرے۔“
حضرت حجۃ الاسلام عم معظم جناب ابو صاحب رحمہ اللہ کی رائے کا خلاصہ ایک
تحریر متعلقہ نحیف سے
مرحوم خلد آشیان جناب فردوس مکان سید محمد ابراہیم قبلہ طاب ثراہ“ اور ایک مقام پر اپنی تحریر میں احقر کو ”مرشد زادہ“ کے الفاظ سے عزت بخشی ہے۔

باب-۵

اوصاف حمیدہ و خصال پسندیدہ

ذہانت

ذہانت و ذکاوت خدا داد تھی۔ اسابت رائے و خوش فکری کا اعتراف آپ کے دشمنوں تک کو ہے۔ امور اہم دینی و دنیاوی میں ہمیشہ لوگ آپ سے مشورہ کرتے اور آپ کی

رائے پر بھروسہ رکھتے تھے۔

تدبر و تفکر

آپ نہایت فکور اور ہمیشہ ساکت رہتے تھے، بہت کم بات کرتے تھے اور کوئی بات کرتا تو آہستہ صدا میں مختصر جواب دے کر سکوت فرماتے تھے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے تھے اور کسی معمولی بات کے جواب میں بھی تعجیل نہ کرتے تھے، ایک وقفہ و سکوت کے بعد جواب دیتے تھے ہر لفظ کو جانچ کر منہ سے نکالتے تھے جس سے تقریر میں روانی نہ تھی۔ چہرہ سے آثار فکر مندی نمایاں رہتے تھے۔

شک

کسی امر پر جلد اعتماد و بھروسہ نہ کرتے۔ رائے میں جلد تبدیلیاں ہوتے تھے۔ ہر شخص سے احتیاط، ہر بات میں احتیاط کا سخت جذبہ ہوتا تھا، لیکن جس بات کو طے کر لیتے تھے اس پر یقین و بھروسہ اس حد پر ہوتا کہ پھر ٹالے نہ ملتی تھی۔ نہایت استقلال و پامردی سے جم جاتے تھے، پھر اس خیال کو کوئی شخص نہ ہٹا سکتا تھا۔ اپنی رائے پر بھروسہ و استقلال آپ کی نمایاں صفت تھی۔

نازک مزاجی

نہایت نازک مزاج و غصہ و طبیعت کے تھے۔ اظہار امر حق میں کسی بدگوئی کی پرواہ اور کسی کی عظمت و شان سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ مال و دولت پر کسی کے اعتنا اور بگڑنے اور راضی رہنے کی کسی کی پرواہ نہ تھی۔ اس وجہ سے اکثر لوگ آپ سے مخالف رہتے تھے۔

حکایت

لکھنؤ کے اول نمبر کے شاہزادہ جن کا رعب و جلال صولت و سطوت مشہور تھا، نام نہ لوں گا، آپ کے مخلصین

و مقلدین سے تھے، سو روپیہ ماہوار دیتے اور وہی ذریعہ قوت عیال تھا۔ شاہزادہ صاحب شوہر دار عورت پر عاشق ہوئے۔ کچھ دے دلا کر شوہر سے اس کے طلاق لی۔ اندر عدہ کے عقد چاہا۔ جناب کو عقد خوانی کے واسطے بلوایا۔ آپ تشریف لے گئے۔ دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا، فرمایا: ”یہ عقد صحیح نہیں۔ نہ طلاق باقاعدہ ہوا اور نہ عدہ ہی گذرا۔“ یہ فرما کر واپس آئے۔ شاہزادہ صاحب نے دوسرے اہل علم سے عقد پڑھایا۔ پانچ سو روپیہ ایک دو سالہ کشتی دی۔ جب آپ کو علم ہوا، بے حد صدمہ ہوا۔ جو شہر یہ مہینہ کا آیا، اس کو واپس دیا اور باوجود کمال احتیاج اعتنا نہ کی۔ بعد چند ماہ جناب نواب ناظم آغا صاحب مرحوم جو رکن اعظم لکھنؤ اور جناب مرحوم کے مقلد خاص اور دوست باختصاص تھے، ان کو معلوم ہوا، شاہزادہ صاحب سے وجہ ملال جناب کی بیان کی۔ موصوف تائب ہوئے اور بکمال لجاجت والحاخ شہر یہ پھر پیش کش کیا۔

حکایت

ایک روز حسب عادت وہ جناب انہیں شاہزادہ صاحب کی ملاقات کو فینس پر تشریف لے گئے۔ شاہزادہ صاحب مع مصاحب و جلیس و انیس کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ کہاروں نے پاکی پشت سر شاہزادہ مذکور متصل کرسی کے لگا دی۔ آپ نے اترنے کا قصد کیا۔ یہ امر شاہزادہ صاحب کو ناگوار ہوا۔ خواص سے فرمایا: ”کہاروں نے پاکی سر پر لگا دی۔ تم دیکھتے رہے۔“ یہ سنتے ہی وہ جناب پاکی میں بیٹھ گئے۔ کہاروں کو پاکی اٹھانے کا حکم ہوا۔ شاہزادہ صاحب اور مصاحبین چاہتے ہیں آپ پاکی سے اتریں۔ آپ نے فرمایا: ”ہم تو اس شخص سے ملاقات کرتے ہیں جو کہ اپنے سر پر ہماری پاکی لگائے۔“ یہ فرما کر مکان واپس آئے۔ شاہزادہ صاحب نے پھر جناب

آغا صاحب مرحوم کو شفیق کیا اور بالتماس والحاخ صفائی ہوئی۔

پابندی وضع

آپ کمال پابند وضع تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو جو قابل اعتنا والتفات نہ تھے، خلاف وضع سمجھتے تھے۔ جو روز جس کے یہاں جانے کا مقرر تھا، ممکن نہ تھا تشریف نہ لے جائیں۔ جس کے آنے کا جودن مقرر تھا، ممکن نہ تھا وہ نہ آئے۔ اگر کوئی شخص غیر پابند ہوتا اس سے بے اعتنائی فرماتے تھے اور برا سمجھتے تھے۔ زاید بات چیت، ہنسی مذاق، آواز بلند سے یا جلد جلد بات کو بے تہذیبی خیال فرماتے تھے۔ جس قطع و برید کا لباس استعمال کرتے تھے، اس میں ادنیٰ تغیر خلاف وضع سمجھتے تھے۔ فیض آباد کا قلم دان، عراقی سیاہ چھپا ہوا رد مال، واسطی قلم، بادام تلخ کا عصا، حقہ کا سیاہ سیدھا نیچہ، بے پان کھائے باہر ملاقات کو نہ نکلتا، یہ باتیں وضع میں تھیں۔ کسی دوسرے قسم کا قلم دان یا رد مال، قلم یا عصا یا سرخ یا اور کسی قسم کا نیچہ کیسا ہی عمدہ ہو، ان سب باتوں کو خلاف وضع سمجھتے تھے۔ بس ایک رفتار اور ایک وضع تھی۔ معمولی باتوں میں پابندی وضع کا خیال تھا، بڑی باتوں کا کیا ذکر ہے۔

پابندی اوقات

اوقات کے نہایت پابند تھے۔ باوجود دائمی بیماری کے پابندی اوقات نہ جاتی تھی۔ تین بجے شب سے اٹھنا، حوائج ضروری سے فارغ ہو کر مشغول نماز و دعا و تلاوت قرآن مجید رہنا، بروقت طلوع حجرہ سے برآمد ہو کر دسترخوان پر بیٹھنا، مع تمام اطفال غذا نوش فرما کر مشغول دستخط مسائل و کتب بینی ہونا اور اسی اثنا میں دس بجے دن تک ملاقات احباب سے فرصت کرنا، پھر مشغول کتب بینی و تصنیف و دستخط مسائل ہونا، ٹھیک بارہ بجے آرام فرمانا، دو بجے اٹھ کر نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر

مشغول دستخط مسائل و کتب بینی ہونا، چار بجے غذا نوش فرما کر ملاقات احباب میں تا مغرب مشغولیت، نماز مغرب اول وقت پڑھنا اور اول شب آرام فرمانا، جو وقت جس کام کا معین ہوتا، ایک دقیقہ ملنا شاق ہوتا تھا۔ غیر اوقات میں کسی سے ملاقات بھی نہ فرماتے تھے، مگر اتفاقی بہ مجبوری۔ زاید جلوس کو برا سمجھتے تھے۔ خود بھی ملاقات کو اگر جاتے تو چند دقیقہ سے زائد توقف نہ فرماتے تھے اور دوسروں سے بھی اسی کے متوقع رہتے تھے۔

حکایت

سفر عراق و خراسان میں جب طہران میں وارد ہوئے، ولی عہد بہادر شاہ کجکلاہ مرحوم ناصر الدین شاہ کے ملاقات کو تشریف لائے، قریب مغرب آپ برآمد ہوئے۔ چند دقیقہ توقف کے بعد وقت مغرب آگیا، فرمایا: ”اب وقت نماز ہے، ولی عہد بہادر بھی تشریف لے جا کر مشغول نماز ہوں اور مجھ کو بھی اجازت دیں۔“ فوراً معذرت کر کے ولی عہد بہادر اٹھ کھڑے ہوئے۔

خوف ورجا

محاسن اوصاف سے یہ تھا کہ ہر روز تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے جب آیہ نعمت و عذاب کی تلاوت فرماتے تھے، خوف خدا سے وہ مملود دل کانپ اٹھتا۔ فوراً رنگ رو متغیر ہو جاتا، آثار خوف و اندوہ چہرہ سے ظاہر ہوتے تھے اور جب آیہ رحمت و نعمت کی تلاوت فرماتے چہرہ پر آثار فرح و سرور فوراً نمایاں ہو جاتے۔ اثنائے تلاوت میں پیہم چہرہ پر آثار تغیرات نمایاں رہتے تھے۔

عزاداری

عزاداری خامس آل عبا علیہ التحیۃ و الثنا سے خاص دلچسپی تھی۔ عاشق سید الشہد اعلیہ السلام تھے۔ ان جناب کے

عہد میں مجالس عشرہ محرم و امام باڑہ حضرت جنت مآب میں جو ترقی تھی، پوشیدہ نہیں، جس کی ہندوستان میں کیا عراق میں بھی نظیر نہ تھی۔ باوجود اس وسعت کے امام باڑہ و چبوتروں پر ہجوم مردم سے کشمکش ہوتی تھی۔ آپ نے ایک درجہ امام باڑہ کے اندر کا بڑھایا اور چبوترہ بھی زائد کیا۔ حکامان وقت کو بھی آخری تاریخ نویں کی مجلس میں آپ بلاتے تھے۔ جلالت و جوش مذہبی و سیدہ زنی و ماتم داری شیعوں کی غیر مذاہب و حکام کے ذہن نشین کرتے تھے اور خود بھی اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ محاسن شریف پر متصل اشک جاری رہتے اور ڈاڑھی سے آنسو نکلتے تھے۔ پہلی محرم سے عمامہ سبز سر پر ہوتا تھا اور ہشتم کو سیاہ لباس جسم پر ہوتا تھا۔

صلۃ رحم

صلۃ رحم و پرورش غربائے خاندان و اعانت و دست گیری مومنین کی آپ کی خاص خصلت و عادت تھی۔

آداب مجلس

کوئی شخص زائد بات آپ کی صحبت میں نہ کرتا تھا۔ بدگوئی و غیبت کسی کی گوارہ نہ تھی۔ اگر خوش آمد سے کسی کی بدگوئی آپ کے سامنے ہوتی تو چہرہ متغیر ہو جاتا اور فوراً روک دیتے تھے یا خود صحبت سے اٹھ کر کھڑے ہوتے تھے۔

شجاعت

شجاعت و شہامت ان جناب کی زبان زد خلافت ہے۔

حکایت

دو عرب خدمت میں حاضر ہوئے، عزم عراق ظاہر کیا۔ طالب اعانت ہوئے۔ آپ نے نماز مغرب میں مسجد حسین آباد میں بلایا۔ یہ دونوں حاضر مسجد و شریک جماعت ہوئے۔ آخر صف میں نماز ادا کی۔ کپڑے پر سجدہ کیا۔

ہر ایک طالب قصاص ہے۔ چاہتا ہے حوالہ پولیس کرے۔ آپ نے سب کو روکا اور دشمن کو نصیحت کر کے چھوڑ دیا۔ حکام کو جب خبر ملی صاحب کمشنر لکھنؤ نے آپ سے کہا کہ لائسنس سے آپ مستثنیٰ ہیں۔ آپ اسلحہ رکھیں۔ دشمن آپ کے بہت ہیں۔ فرمایا: ”حفاظت خدا اسلحہ سے بڑھ کر ہے۔“ پھر کہا: ”اچھا، آپ بجز حسین آباد کی نماز کے گھر سے نہ نکلا کریں اور چہر اسی حسین آباد کے آپ کے ساتھ رہا کریں۔“ فرمایا: ”یہ قید بند گوارہ نہیں ہے۔“

حکایت

لکھنؤ میں مقدمہ بلا فصل تخمیناً ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔ اہلسنت نے اذان سے اَشْهَدُ اَنْ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيفَةُ رَسُولِهِ بِلاَ فَضْلِ موقوف کرانا چاہا۔ آپ ساعی وکوشاں تھے۔ اس عداوت پر جب آپ کی پاکی چوک سے نکلتی تھی اور بعض اشرار پاکی پر ڈھیلے پھینکتے تھے۔ آپ نے کبھی اعتنا نہ کیا۔ اکثر خیر خواہوں نے خطرہ جان دلایا۔ حکام نے بھی سنا، پھر آپ کو اسلحہ رکھنے کی رائے دی لیکن آپ نے اعتنا نہ فرمائی۔

حکایت

اتفاقاً آپ ایک روز سوار پاکی کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ شاہزادہ مرزا عالی قدر مرحوم کے یہاں سے مست ہاتھی چھوٹ گیا۔ گول دروازہ وچوک متصل کی سڑک پر بھگدڑ پڑ گئی۔ کہا روں نے خوف سے پاکی زمین پر رکھ دی اور عرض کی کہ آپ بھی بھاگ کر کسی گوشہ میں پناہ لیں۔ نہایت ناراض ہو کر فرمایا: ”فرار عار ہے۔ بھاگنا کیسا! خدا اس حیوان وحشی کے شر سے بچائے گا۔“ آپ وہیں اطمینان سے بیٹھے رہے۔ وہ حیوان مست دیوانہ وار پاکی کے پاس سے گذر گیا۔ شر سے آپ اس کی محفوظ رہے۔

ماموین نے احساس کیا۔ خدمت میں عرض کی: ”یہ جھوٹے ہیں۔ کر بلا جانا نہیں چاہتے، دھوکا دہی منظور ہے۔ یہ معلوم کر کے آپ نے ان دونوں کو جواب صاف دیا۔

ایک روز حسب معمول آپ بہ عزم نماز مغربین مسجد حسین آباد پاکی پر سوار تشریف لے جا رہے تھے، دونوں عرب راہ میں ملے اور دونوں سمت سے چھریوں سے حملہ شروع کئے۔ محاسن اخلاق سے یہ تھا کہ کہا روں کو حکم تھا اگر کوئی قریب فینس آئے تو فوراً رک جایا کرو، شاید کسی کو مصافحہ کرنا یا مسئلہ دریافت کرنا ہو۔ تاوقتیکہ وہ خود سے جدا نہ ہو، فینس ٹھہری رہے۔ حسب حکم اس روز بھی کہا روں فینس روکے رہے۔ خادم آگے بڑھ گیا۔ دونوں عرب متصل چھریوں کے وار کرتے رہے۔ آپ ساکت بیٹھے ہوئے دفاع کرتے اور کسی کو آواز تک نہ دیتے تھے حتیٰ کہ کہا روں بھی مطلع نہ ہوئے۔ تاخیر ہونے پر خادم ملتفت ہوا اور قریب فینس آیا۔ یہاں یہ حالت دیکھ کر چیخا۔ کہا روں نے فینس رکھ دی۔ دونوں کو پکڑ لیا۔ غیر لوگ بھی آگئے۔ آپ نے دونوں کو نصیحت فرما کر چھڑوا دیا۔

بعد چند روز کے شب جمعہ یہ اتفاق ہوا کہ معمول تھا شب جمعہ نماز مغربین مسجد متصل امام باڑہ واقع چوک میں جماعت ہوتی تھی۔ آپ حسب عادت تشریف لائے، نماز مغربین ادا کی۔ چبوترہ مسجد سے اترے ایک ہاتھ میں عصا بادام تلخ، دوسرے ہاتھ کو آپ کے رفیق خاص مرزا ذاکر حسین صاحب مرحوم ساکن مفتی گنج لکھنؤ تھامے ہوئے ہمراہ۔ ان دو عربوں میں سے ایک پہلے سے مہندی کی روش میں پوشیدہ موجود تھا، نکل کر لکڑی سر پر ان جناب کے ماری۔ مرزا ذاکر حسین صاحب نے ہاتھ بلند ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ لکڑی تھام لی۔ سر صدمہ سے محفوظ رہا۔ ماموین میں شور ہوا۔

حکایت

سفر عراق میں کاظمین میں جس مکان میں آپ تشریف فرما تھے، شب کو ڈاکہ پڑا۔ چند مسلح عرب آئے۔ اتفاقاً جاگ ہو گئی، ڈاکو فائر کرتے ہوئے کوٹھے پر چڑھ گئے۔ جناب مرحوم کے ساتھ پانچ مرد تھے، باقی عورتیں اور بچے۔ آپ عصائے بادام تلخ اور فانوس لئے برآمد ہوئے۔ برآمدہ مکان میں کوٹھے کے دوزینہ تھے۔ ساتھیوں سے فرمایا: ”کچھ اس زینہ سے اور کچھ دوسرے زینہ سے کوٹھے پر چلو۔“ کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ فرمایا: ”اچھا زینہ کا راستہ روک کر کھڑے ہو۔“ آپ تنہا کوٹھے پر چلے گئے۔ وہ لوگ بکرامت نفس قدسی رو بفرار لائے، آپ شر سے محفوظ رہے۔

اسی طرح کے سفر و حضر کے چند اور واقعات ہیں جن میں تعجب خیز جرأت فرمائی اور ان مہالک کی بالکل پرواہ نہ کی، ذکر ان کا باعث طول و خلاف مصلحت ہے۔

باب ۶

زہد و احتیاط

زہد و احتیاط میں وہ جناب سب سے ممتاز تھے۔

واقعہ

مثل اپنے پدر بزرگوار کے کبھی کسی کو آپ نے اجازہ نہیں دیا۔ ہر چند بعض اکابر خاندان و علماء اعلام نے ایک خاندانی بزرگ کے لئے اجازہ اجتہاد کی خواہش کی اور بے حد اصرار کیا لیکن آپ نے اقدام نہ فرمایا جس سے وہ حضرات نہایت مکدر ہوئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے واسطے اجازہ طلب کیا تاکہ سلسلہ سند خاندانی حاصل ہو تو انکار فرمایا اور جواب میں یہی عذر پیش کیا کہ تمہارے والد ماجد نے ہمارے اصرار و خواہش پر فلاں عزیز کو اجازہ نہیں دیا تھا ہر چند کہ ان جناب

کے انتقال کو اس زمانہ میں پندرہ سال کے قریب عرصہ گزرا تھا۔
سہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند
کا مصداق تھا۔

واقعہ

بنا بر دستور علماء اعلام و حج اسلام کر بلائے معلیٰ و نجف اشرف آپ ہمیشہ اپنے مخصوصین معتمدین کے ساتھ مباحثہ علمیہ فرماتے تھے۔ حضرت حجتہ الاسلام عماد العلماء عم معظم جناب میر آغا صاحب، حضرت حجتہ الاسلام عم معظم جناب ابوصاحب، صدر المحققین جناب مولانا شیخ تفضل حسین صاحب فتح پوری رحمہم اللہ ہر روز مجتمع ہو کر خلوت و تنہائی میں باہم مباحثہ علمی کرتے۔ گھنٹوں یہ مبارک صحبت رہتی تھی۔ آخر عمر تک یہ سلسلہ مابین ان جناب اور جناب معظم ابوصاحب اور جناب مولانا شیخ تفضل حسین صاحب رحمہم اللہ کے باقی رہا۔ اس باہمی مذاکرہ علمیہ سے حاسدوں کو بہت کچھ موقع ملا اور متہم کرتے رہے کہ وہ جناب فلاں فلاں حضرات سے پڑھتے ہیں۔ آپ نے کچھ اعتنائ نہ کیا اور آخر عمر شریف تک یہ سلسلہ باقی رکھا، جیسا کہ اب تک علماء عراق میں مرسوم ہے۔ حالانکہ معاندین کو اس اتہام پر یہ خیال نہ ہوا کہ یہ کون سا ناختم شدنی سلسلہ تعلیم تھا جو آخر دم تک تمام نہ ہوا اور موجودہ سلسلہ تعلیم کون سا سلسلہ ہے جو چند حرف پڑھ لینے سے مجتہد کامل و صدر المحققین و بدر المذققین کے لمبے چوڑے القاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ کوئی یہ بھی پوچھنے والا نہیں کہ آپ کا سنہ ولادت کیا ہے اور جن کو اپنا استاد بتایا جاتا ہے، ان کا سنہ وفات کیا ہے۔

واقعہ

ایک زن فاحشہ نے لاکھوں روپیہ کی جائیداد پیش کش کی۔ آپ نے انکار فرمایا کہ تصرف حرام پر حرام ہے۔ اس نے

عرض کی: ”جو جائیداد بطور حلال ہدیہ و متعہ میں حاصل ہوئی ہے، اسے قبول فرمائیے“ فرمایا: ”وقف شدہ لینے میں عذر نہیں ہے۔“ مختصر تین مسلم گاؤں اور کچھ مکانات و دکانات اس نے وقف کئے۔ وقف نامہ مکمل ہوتے ہی تخلیہ مکانات کا حکم ہوا کیونکہ حرام کاری مکانات وقفی میں نہ ہونا چاہئے۔ اس نے حیلہ حوالہ شروع کیا، آپ نے وہ تمام اوقاف واپس فرمائے۔ ارشاد ہوا کہ کسی دوسرے کو متولی کرو۔ ہر چند مشیروں نے عرض کی تخلیہ مکانات بذریعہ حکام آسان ہے۔ آپ کو حق شرعی و قانونی حاصل ہے، قبول نہ فرمایا تولیت سے استعفا دیا۔ اب وہ جائیداد و وراثت حق ایک نواب صاحب کا ہو گئی ہے۔

واقعہ

ایک زن متمولہ لا ولد ایک صندوقچہ لائیں۔ پیشکش کیا۔ جب جناب نے اس کو کھولا زیور سے مملو تھا۔ پوچھا: ”کیا ہے؟ عرض کی: ”میں لا ولد ہوں اور میرا ذاتی مال ہے۔ شوہر کی اور اولادیں ہیں۔ میرے بعد یہ ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کی خدمت میں اپنے شوہر سے مخفی پیش کش ہے۔ قبول ہو۔“ فرمایا خدا نے جس کو تمہارا وارث و حق دار کیا ہے، تم اس کو کیوں محروم کرتی ہو؟ شوہر سے مخفی بلا اذن فقیر کو صدقہ بھی نہ دینا چاہئے۔ میں ہرگز قبول نہ کروں گا اور نہ تم کو آئندہ ایسی جرات چاہئے۔“ وہ صندوقچہ فوراً واپس فرمایا۔

واقعہ

بعد وفات حضرت جنت مآب آپ نے تمام امانات و اوقاف کو واپس دیا حتیٰ کہ بعض وہ اوقاف جو بعد جنت مآب خود ان جناب کی ذات والا صفات سے تعلق رکھتے تھے، مثل وقف میر باقر صاحب تاجر مرحوم ان کے بیٹے سید محمد صاحب کو واپس فرما دیا۔ خاص وہ امانتیں جو آپ کو بعد اصرار تمام دی

گئیں، صرف انہیں کو لیا۔

باب ۷

قوت ادراک

آپ کا ادراک و احساس نہایت قوی تھا۔ چنانچہ وہ جناب ہمیشہ بیماری میں بسر کرتے تھے، مدقوق و مسلول رہے۔ وفات سے چند سال پیشتر جناب نواب مہدی علی خاں صاحب آپ کے دوست خاص ایک ڈاکٹر کو شملہ سے ہزاروں روپیہ صرف کر کے لائے اور اس ڈاکٹر نے دیکھ کر ایک نسخہ تجویز کیا۔ نواب صاحب نے فوراً وہ نسخہ بندھوایا۔ چونکہ وہ جناب دوائے انگریزی استعمال نہ کرتے تھے اور اب مجبور کئے گئے۔ ڈاکٹر ناصر علی صاحب کو طلب کر کے نسخہ دکھایا دوا کو خود بھی سونگھا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی: ”اس دوا میں ایک قسم کی شراب ہے۔“ یہ معلوم کر کے دوا پھینک دی۔ چند سال بعد جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے، تمام اطباء یونانی معالجہ میں عاجز ہوئے، مرض بڑھتا گیا، بچکی لگ گئی، غشی رہنے لگی۔ آپ کے مقلدین نے باہم مشورہ کر کے تبدیل علاج پر رائے قائم کی۔ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب تازہ وارد لکھنؤ تھے۔ بے حد مشہور ہو رہے تھے، طلب کئے گئے۔ مرحوم کے واسطے ایک نسخہ تجویز کیا۔ نسخہ تیار ہو کر آیا۔ چچے سے ہوشیار کر کے دینا چاہا، آنکھ کھول کر دیکھا۔ چاہا پیس، ناک میں بو گئی منہ بند کر لیا۔ ہاتھ سے منع کیا۔ جب سب نے اصرار کیا، آہستہ فرمایا: ”اس دوا میں شراب ہے۔ یہ وہی دوا ہے جو سابق میں شملہ کے ڈاکٹر نے تجویز کی تھی۔“ سب مجبور ہوئے۔ دوا نہ پی۔ ڈاکٹر ناصر علی صاحب کو بلا کر ان سے قصہ دریافت کیا، تصدیق کی بیشک اس میں وہی شراب ہے جو اس ڈاکٹر نے لکھی تھی، ہر چند کہ یہی علاج ہے۔

واقعہ

وقت انتقال حس و ادراک کی یہ حالت تھی کہ اشاروں سے بیمار داروں سے فرماتے رہے نصف جسم کی روح نکل چکی، اب سینہ پر دم ہے، سینہ سے بھی روح نکل گئی، یہاں تک کہ آخری نفس میں آنکھ کے اشارے سے سب کو رخصت کیا اور گلزار جنت کو راہی ہوئے۔ اس وقت آخر تک اپنی حالت کا کامل احساس فرماتے رہے۔

باب-۸

غزوات علمی

حکایت

جناب نواب سید علی بہادر صاحب المعروف بہ ابو صاحب خلف اکبر جناب نواب محمد آغا صاحب وکیل دام عزہ ناقل ہیں کہ ایک روز محقق وحید جناب مولانا سید علی نقی صاحب مرحوم پروفیسر کیننگ کالج لکھنؤ کو جناب نے دعوت دی کہ کل جمعہ ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی ضرور مسجد آصفی میں تشریف لائیں۔ مولانا مرحوم نے وعدہ کیا۔ جناب حکیم شیخ علی محمد صاحب مرحوم کے مکان پر تشریف لائے۔ احباب کا اجتماع تھا فرمایا: ”جناب کی طلب بے علت نہ تھی۔“ ضرور چلنا چاہئے۔ احباب سے بھی وعدہ لیا۔ دوسرے روز ہم چند احباب کو ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ منبر پر جا کر اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ انشاء فرمایا کہ اہل علم وجد میں آگئے۔ مثل مرثیہ جناب انیس بے خودی میں شور مدح برپا ہوا۔ بعد ختم نماز مجمع متفرق ہوا۔ مولانا نے مرحوم نے ہمراہیوں سے فرمایا: ”دیکھا تم نے، یہی غرض ہمارے یاد فرمانے کی تھی تاکہ اس معرکہ آرا خطبہ کو سنائیں۔“

واقعہ

مرض الموت میں جب آپ مبتلا تھے۔ افلاطون عصر

جناب مرحوم حکیم سید حیدر حسین صاحب طبیب شفا خانہ شاہی لکھنؤ آپ کے معالج تھے۔ جو نسخہ تجویز فرماتے تھے، آپ پوچھتے تھے، کیا اجزاء لکھے ہیں۔ نسخہ سن کر اعتراض فرماتے تھے۔ حکیم صاحب جواب دیتے تھے اور رو کر فرماتے تھے: ”اس حال نزع میں اس قدر مسائل طبیہ کا حفظ ہونا، کیا یاد اور کیا حافظ ہے اور کیسی طبی قابلیت ہے، دوسرے طبیب سے ممکن نہیں جو آپ کا جواب دے سکے۔“

واقعہ

سفر خراسان میں آپ وارد سبزوار ہوئے۔ علماء اعلام ملاقات کو آئے۔ ایک عالم آپ کے ہم نام آقا سید محمد ابراہیم سبزواری بھی تشریف لائے۔ کسی مسئلہ فقہی میں آپ سے گفتگو ہوئی۔ جواب سننے پر بہ اقتضاء طبع ایرانی کہنے لگے: ”کیوں نہ ہو؟ آخر آپ ہمارے ہم نام ہیں۔ یہ اسی کا اثر ہے۔“

باب-۹

رویائے صادقہ

اکثر خواب ان جناب کے سچے ہوتے تھے چند خواب اس مقام پر درج کرتے ہیں:

خواب-۱

ان جناب کی ابتدائی اولادیں اکثر ضائع ہوئیں۔ اس درمیان میں احقر کی ولادت ہوئی۔ ایام رضاع میں سخت ذات الریہ میں مبتلا ہوا۔ امید جانبری نہ رہی۔ اطبا بھی علاج سے مایوس ہوئے۔ وہ جناب مضطرب و پریشان اپنے کمرہ میں شب کو آرام کے واسطے داخل ہوئے۔ ہنوز پورے نہ سوئے تھے، کان میں رونے کی آواز آئی۔ یقین میرے مرجانے کا ہوا۔ ملاحظہ فرمایا۔ زمین امام باڑہ اس قدر بلند ہے کہ آپ کے کمرہ کے محاذی ہے جو کہ کوٹھے پر واقع تھا۔ آپ نے دیکھا

وصیت نامہ

۱۶ دسمبر ۱۸۸۹ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ وصیت نامہ لکھ کر رجسٹری کرایا اور وصیت نامہ اول جو بنام عم معظم حجۃ الاسلام جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ لکھا تھا اس کو منسوخ فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں: ”جو وصیت نامہ نجیف نے بتاریخ ۲۴ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ روز جمعہ مطابق ۷ ماہ نومبر ۱۸۸۱ء لکھا تھا اس کا وہ جز جو متعلق برادر مولوی سید مصطفیٰ صاحب عرف مولوی میر آغا صاحب تھا، خاص اس کو منسوخ کرتا ہوں۔“ بحسنہ وہ وصیت نامہ باقی رکھا گیا، صرف اختیارات عم مرحوم کو سلب فرمایا اور باقی شرائط کا پابند رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ”وہ سب تولیت میں برادر معظم جناب سید ابوالحسن صاحب خلف آقا سید علی شاہ صاحب مرحوم سے جو مرتبہ علم و کمال واجتہاد پر فائز ہیں متعلق کئے اور کل امور منصبی اپنے برادر موصوف سے متعلق کئے اور قائم مقام اپنا گردانا۔“

مختصر اس خواب کے بعد ہی نماز جمعہ و جماعت مسجد آصفی و مسجد تحسین علی خاں و مسجد حسین آباد کی ان جناب سے متعلق کی اور تمام اوقاف کا انتظام ان جناب کے سپرد کیا۔

باب ۱۰

عقد

پہلی شادی

پہلے عقد آپ کے عم معظم جناب زبدۃ العلماء سید علی نقی صاحب طاب ثراہ کی صاحبزادی کے ساتھ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ مطابق اگست ۱۸۵۶ء کو ہوا مادہ تاریخ عقد یہ ہے ۷ ارخت ’فی ذیحجۃ متزوج‘

۱۲۷۲ھ

بعد عقد باہمی بزرگوں میں کچھ نسوانی مناقشات

امام باڑہ میں متصل ضریح ایک معظمہ سیاہ کپڑے پہنے بیٹھی بے اختیار رو رہی ہیں۔ گھبرا کر پوچھا: ”کیا میرا لڑکا مر گیا؟“ فرمایا ان معظمہ نے: ”تمہارا لڑکا زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ میں اپنے فرزند حسین کو روتی ہوں جو بھوکا پیاسا زمین کر بلا پر شہید ہوا۔“ یہ سن کر آپ بیتاب پلنگ سے اٹھے، فوراً روتے ہوئے میرے دیکھنے کو تشریف لائے مرض نصف پایا۔ صبح تک بجز ضعف اور کوئی اثر مرض نہ تھا۔

خواب ۲

ایک شب خواب ملاحظہ فرمایا: آپ کی عورتیں بے پردہ منارہ مسجد تحسین پر چڑھ گئی ہیں۔ صبح کو نہایت غمگین و اندوہ ناک اٹھے عورتوں سے خواب بیان کر کے فرمایا: ”خدا خیر کرے۔ کوئی واقعہ عظیم ہونے والا ہے۔“ چند روز نہ گزرے تھے کہ واقعہ عم مرحوم جناب سید علی صاحب واقع ہوا۔ بار قرضداری سے وارنٹ میں مبتلا ہو کر افیون کھا کر غیرت سے خودکشی کر لی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَ اَزْ حَمَّ وَ تَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ۔ آپ نے فرمایا: ”یہی ہمارے خواب کی تعبیر تھی۔“

خواب ۳

تین ماہ قبل اپنی وفات کے آپ نے ایک باغ وسیع خواب میں دیکھا کہ ایک عمارت عالیشان تعمیر ہو رہی ہے۔ حضرت جنت مآب تشریف فرما ہیں۔ آپ نے تسلیم عرض کی۔ دریافت کیا، باغ و قصر کس کا ہے؟ فرمایا، مکان تمہارے واسطے تعمیر ہو رہا ہے، تین ماہ بعد تیار ہو جائے گا۔ آپ بیدار ہوئے فرمایا۔ تین ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں ہم تم سب سے جدا ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس قدر موت پر جازم تھے کہ فوراً ایک وصیت نامہ حجۃ الاسلام عم معظم جناب ابو صاحب قبلہ طاب ثراہ کے نام لکھا۔

ہوئے اور بہت طول ہوا۔ بجبوری دوسری تزویج واقع ہوئی۔

دوسری شادی

سید جلیل سید حسن شاہ صاحب کی صاحبزادی سے، نہایت زاہدہ عابدہ عقیقہ صالحہ تھیں، جنہوں نے ایک صاحبزادی یعنی زوجہ انجی محترم رئیس العلماء جناب باقر العلوم سید محمد باقر صاحب قبلہ مدظلہ چھوڑ کر بعد وفات حضرت فردوس مکان نجف اشرف میں انتقال کیا اور وادی السلام میں دفن ہوئیں۔ اس تزویج کے بعد پھر باہمی نسوان میں صفائی ہوئی اور زوجہ اولیٰ کی بھی ترخیص واقع ہوئی۔

تیسری شادی

سید جلیل میر سید علی صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی یعنی والدہ ماجدہ احقر سے جن کے اعزاء قریب حجت الاسلام ازہد الناس جناب سید حسن کشمیری حارّی طاب ثراہ، حجت الاسلام اورع و ازہد حضرت آقا السید مرتضیٰ کشمیری نجفی، حجت الاسلام آقا السید مہدی شاہ صاحب عظیم آبادی، حجت الاسلام آقا السید ابوالقاسم کشمیری لاہوری، محقق وحید آخوند محمد رضا صاحب استاد حضرت محمد علی شاہ، شاہ اودھ تھے۔

ہر سہ ازواج میں باہم اتفاق و اتحاد رہا اور کوئی نزاع کا امر ان جناب کی حیات میں پیدا نہیں ہوا ایک دوسرے کی شریک و معین اور ہمدردی سے پیش آنے والی تھیں اور یہ محض ان جناب مرحوم کا حسن انتظام تھا جو خلاف عادت و رسم دنیا ہے۔

باب - ۱۱

عزت دنیاوی

آپ اپنے عصر میں مرجع انام و مقلد ہر خاص و عام و رئیس اسلام ہندوستان میں تھے۔ آپ کے عہد میں بجز آپ کی ذات مجمع البرکات اور جناب عم معظم حجت الاسلام ملاذ العلماء

رضوان مکان جناب بچھن صاحب قبلہ طاب ثراہ کی ریاست علمیہ کسی تیسرے ہاتھ میں نہ تھی۔

خطاب سید العلماء

۱۲۹۱ھ میں میا برج کلکتہ سے سلطان عالم حضرت محمد واجد علی شاہ بہادر شاہ اودھ نے ان جناب کو خلعت اور خطاب 'سید العلماء' مرحمت فرمایا اور خطاب مہر کندہ کرا کے بھیجی۔

مہر خطاب

عرش کلاہ، مورد عنایات بیغایات حضرت محمد واجد علی شاہ، نائب امام الانس والجان، مجتہد العصر والزمان سید العلماء سند الفقہاء قبلہ و کعبہ مولانا سید محمد ابراہیم ۱۲۹۱ھ

شرکت دربار

حضرت مغفرت مآب جد معظم ملک العلماء مولانا سید بندہ حسین صاحب طاب ثراہ اور جناب فردوس مکان شریک دربار گورنمنٹ ہوتے تھے۔ یکا یک وفات حسرت آیات جناب مغفرت مآب ہوئی۔ حضرت عم معظم ملاذ العلماء جناب بچھن صاحب مسند آراء اجتہاد ہوئے۔ لوگوں کو اس انقلاب میں تازہ دراندازی کا موقع ملا۔ چونکہ جناب مغفرت مآب رشتہ میں فردوس مکان کے چچا تھے، اس بنا پر دربار میں کرسی پہلی تھی اور جناب فردوس مکان کی دوسری کرسی تھی۔ اب بعد وفات مغفرت مآب فردوس مکان کی کرسی مقدم ہوئی اور جناب ملاذ العلماء سن میں چھوٹے تھے، کرسی بعد میں واقع ہوئی۔ دراندازوں نے عم معظم کی خدمت میں عرض کی۔ آپ کوشش فرمائیں کہ آپ کے والد کی کرسی آپ ہی کو ملے اور آپ دوسرا نمبر قبول نہ کریں۔ جناب عم مرحوم نے صاف انکار کیا۔ جب یہ حضرات اس دراندازی سے مایوس ہوئے تو ان کے احباب و مقلدین کو ابھار کر ہزاروں لفظ گورنر بہادر ملک متحدہ

ناراض ہوئے اور بلا لحاظ بزرگی ظاہری ان جناب سے آئندہ کے لئے کنارہ کشی کی۔

خطاب شمس العلماء

بحکم صاحب ڈفرن، گورنر جنرل آف انڈیا ۱۸۸۷ء مطابق ۱۳۰۴ھ ہجری خطاب شمس العلماء گورنمنٹ سے عطا ہوا اور چوغاشالی و عمامہ شالی کا خلعت ہوا۔ آپ کو ہدایت کی گئی کہ تمغہ بروز دربار عمامہ پر لگا کر تشریف لائیں۔ آپ نے منظور نہ کیا اور خلاف وضع قرار دیا۔ پھر کہا گیا کہ سینہ پر آویزاں ہو۔ آپ نے اس سے بھی انکار کیا اور ہمیشہ جیب میں رکھ کر ہمراہ لے جاتے تھے اور حاکم ضلع کو ملاقات کے وقت صرف دکھادیا کرتے تھے۔

خطاب سلطان العلماء

شریعت مدار آقا حاجی شیخ محمد حسین مازندرانی مدظلہ ناقل تھے کہ بعد مراجعت جناب فردوس مکان زیارت مشہد مقدس سے ایک فرمان شاہ کج کلاہ ناصر الدین شاہ مرحوم کا شیخ الاسلام آقا شیخ زین العابدین رحمہ اللہ کی خدمت میں آیا جس میں شکوہ و شکایت تھی اس بات کی کہ ہر چند جناب فردوس مکان کو ہم نے روکا اور مہمان کرنا چاہا، موصوف نے مہمانی قبول نہ کی اور اسی پروانہ میں شاہ نے ان جناب کو خطاب سلطان العلماء عطا کیا تھا۔ جناب شیخ نے معذرت نامہ لکھا اور اظہار تشکر مراحم کیا، عازم تھے کہ اس پروانہ کو آپ کے والد ماجد کی خدمت میں بجنسہ روانہ کریں کہ دفعتاً خبر وفات فردوس مکان جناب شیخ نے کر بلائے معلیٰ میں سنی، کمال افسوس فرمایا۔ کر بلا میں مجالس فاتحہ خوانی ان مرحوم کی برپا ہوئیں اور فرمان شاہی بھی پڑھا گیا۔ ملک التجار امین العلماء آقا السید محمد تقی ہندی مرحوم دوست خاص جناب فردوس مکان کے تھے، موصوف نے نقل

سے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ یہی جواب ملا کہ جو سن میں بڑا ہوگا، اس کی کرسی اول رہے گی۔ اس عمر کی جانچ کے لئے وہی بزرگ قدیم کرم فرما معین و منتخب ہوئے، جو اس تحریک کے بانی تھے۔ باوجودیکہ جناب عم معظم جناب والد ماجد سے تقریباً چودہ سال عمر میں کم تھے، لیکن ان بزرگ نے عمر زاید لکھ دی۔ عم معظم کی طرفین سے کسی کو اس ریشہ دوانی کی خبر نہ تھی۔ اتفاقاً جناب فلک قباب نواب میر محمد حسین خاں صاحب مرحوم الہ آباد تشریف لے گئے اور میر منشی ہزار بھادر سے بے حد آپ سے رسم تھا، ان سے یہ قصہ سن کر واپس آئے اور جناب فردوس مکان سے پوشیدہ کیا، اس بنا پر کہ اگر علم ہو گیا تو یہ بھی سکوت فرمائیں گے۔ اصل واقعہ پوشیدہ کر کے دریافت کیا کہ آپ کے سن شریف کی سند کوئی آپ کے پاس ہے۔ جناب مرحوم نے فرمایا ہاں کتاب اُور اُاق الذہب میں تاریخ ولادت نظماً موجود ہے اور نیز خبر ولادت جب بادشاہ کو ہوئی تو ایک تبریک نامہ بنام جناب مرحوم علیہن مکان آیا اور مبلغ تیس روپیہ اسی روز سے قلمدان کا مقرر ہوا۔ وہ پروانہ موجود ہے نواب صاحب مرحوم خود احقر سے ناقل تھے اور ان کے فرزند دلہند نواب سید محمد عابد خان صاحب زاد اقبالہ بھی ناقل ہیں کہ باصرار وہ پروانہ شاہی مع کتاب اُور اُاق الذہب جناب مرحوم سے حاصل کر کے فوراً خود روانہ الہ آباد ہوئے اور میر منشی ہزار بھادر سے تمام واقعات غلط بیانی کے کہہ کر ثبوت اپنا پیش کیا۔ میر منشی نے ان کاغذات کو نوٹ کر لیا اور ہزار بھادر کے روبرو پیش کیا۔ جناب ملاذ العلماء کی زاید عمر لکھنے والے کی غلط بیانی واضح ہوئی اور محرک صاحب کو صاف جواب مل گیا۔ نواب صاحب نے الہ آباد سے مراجعت کر کے جناب والد ماجد سے قصہ بیان کیا۔ ان کو بے حد افسوس ہوا۔ حضرت عم مرحوم کو جب اطلاع ہوئی، اس حرکت پر نہایت

فرمان جناب شیخ سے حاصل کی۔ احقر نے خود داماد مرحوم امین العلماء یعنی اجل اکرم آقا سید علی صاحب تاجر ہندی کے پاس کر بلائے معلیٰ میں نقل فرمان ایک دفتر پر دیکھی ہے اور نقل بھی اس کی میرے پاس کتب خانہ نجف اشرف میں موجود ہے، والا اس مقام پر اس کا اندراج خالی از فائدہ نہ تھا، اسی بنا پر جناب آقا حاجی شیخ محمد حسین مازندرانی مدظلہ نے اجازہ احقر میں ان جناب کو سلطان العلماء تحریر فرمایا ہے۔

غرض کہ آپ اپنے عہد کرامت میں مرجع انام مقلد ہر خاص و عام، رئیس اسلام تھے۔ شاہزادگان والا شان تعلقداران و رؤسا و امراء آپ کے حکم کے تابع اور آپ کو پیشوا و مقتدا سمجھتے تھے۔ ان جناب کے بعد اب تک علماء میں کسی پر اس وقت تک اس قدر اتفاق نہیں ہوا اور نہ ان جناب کے مانند اس وقت تک کوئی ویسا نافذ الکلمہ ہوا۔

مستثنیٰ ہونا حاضری عدالت سے

ہماری برٹش گورنمنٹ نے بنا برکمال عزت کے ان جناب کو حاضری عدالت سے بھی مستثنیٰ کیا تھا۔

باب ۱۲

دینی خدمات

مسجد آصفی کی واگذاری

۱۸۵۷ء بعد از غدر لکھنؤ مسجد نواب آصف الدولہ بہادر فوج کا قلعہ بنائی گئی۔ مسجد کی کمال بے احترامی ہوتی تھی۔ اسی طرح سے شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ کی مسجد بغاوت میں ضبط ہوئی تھی۔

وہ زمانہ آج کل کی سی جرأت و آزادی کا نہ تھا۔ لوگ کم علمی اور انگریزی قوانین سے ناواقفیت کی وجہ سے گورنمنٹ کے کسی معاملہ میں مداخلت کرنا جرم عظیم سمجھتے تھے۔ گویا وہ زمانہ

جہالت قید و غلامی کا تھا۔ دفتری اقتدار کے سامنے شخصی سلطنت بھی مات تھی۔ کوئی سر نہ ہلا سکتا تھا۔ یہ سب فقط ہندوستانیوں کی جہالت سے، ورنہ ایسا کیوں ہوتا، خلاف فرمان حضور قیصر ہند آنجہانی کسی مذہبی معبد کی ایسی بے حرمتی کب ہو سکتی تھی اور ہندوستانی حکام ایسی جرأت کب کر سکتے تھے کہ شاہی مسجد قلعہ بنا دیا جائے، غیر مذاہب والے اس میں سکونت پذیر ہوتے۔ فرمائیے اس وقت کون سے تعلیم یافتہ نوجوان، روشن خیال بزرگ، مذہبی جوش رکھنے والے، دردین سے متاثر ہونے والا دل پہلو میں رکھنے والے تھے جو ایسی مذہبی توہین اور خلاف سیاست انگریزی متوجہ ہوتے۔ یہ وہی شیر دل، عالی ہمت، جوش مذہبی سے سرشار بزرگ کی جرأت تھی۔ جو بلی قیصر ہند میں آپ نے ہزار و ہزار کسلنسی نواب والیرائے بہادر کو اس مذہبی توہین پر متوجہ کیا کہ مسلمانوں کی مذہبی توہین ہو رہی ہے اور اپنے دو معبدوں سے محروم ہیں خصوصاً ہم کو نماز جمعہ و عیدین کی سخت تکلیف ہے۔ مسجد تحسین علی خاں ہمارے مقلدین کی جمعیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ سیکڑوں مومنین اپنے فرائض مذہبی کی ادائیگی سے محروم رہتے ہیں۔ لہذا ہر دو مسجد واگذار ہوں۔ شیعہوں کی مسجد شیعہوں کو دی جائے، اہلسنت کی اہلسنت کو۔ حکام اعلیٰ کی توجہ کا منعطف کرنا اور ضرورت کا سمجھا دینا تھا کہ مسجد آصفی واگذار کر دی گئی اور والد ماجد کو مخصوص عطا ہوئی۔ پہلے حسین آباد وقف سے اس کا کچھ تعلق نہ تھا جس میں خداوندان وقف کو کوئی حق مداخلت ہوتا اور لوگ اپنے حقوق سے ان کے تجاویز کے سامنے محروم ہوتے جیسا کہ چند ہی سال میں کئی تغیرات ہوئے۔ اہل بصیرت واقف ہیں۔

مسجد میں گوروں کی آمد و رفت

بعد واگذار ہونے مسجد کے گورے اور انگریز چھاؤنی

حکام کو مع جو تا پہنچے مسجد کے اندر لے گئے۔ نہ بے احترامی مسجد کا ان کو خیال ہوا اور نہ کسی مسلمان کا دل دکھا۔

واقعہ محرم و دسہرا

ایک سال عشرہ محرم و دسہرہ ساتھ واقع ہوا۔ جب آپ کو علم ہوا، آپ نے احباب کو جمع کر کے ہر ایک کو متنبہ کیا۔ وہ کون سا شاہزادہ و رئیس اس وقت میں ایسا تھا جو فیاضانہ طور پر ہندو اور اہلسنت کو اپنے یہاں ملازم نہ رکھتا ہو۔ دیوان، منشی و مختار ہر رئیس کے یہاں ہندو ہوتے تھے۔ آپ نے اسی وقت ایک مضمون درست کیا اور رؤسا کے زیر اثر حضرات اہل ہندو و اہلسنت سے مہر کرائی۔ صاحب کمشنر و ڈپٹی کمشنر لکھنؤ سے خود بھی ملے۔ واقعہ کا اظہار کیا ادھر وہ دستخطی کا غلط پیش ہوا۔ فوراً حکم امتناعی جاری ہوا اور عشرہ میں دسہرہ ملتوی رہا، بدون فتنہ و فساد باہمی تصفیہ ہو گیا۔

واقعہ بلا فصل

اذان میں اَشْهَدُ اَنْ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ وَ خَلِيفَتُهُ بِلا فصل کا قصہ سنی شیعہ کی باہمی نزاع مشہور عام ہے۔ اکثر بلاد خصوص لکھنؤ والہ آباد میں یہ جھگڑا شروع ہوا۔ لکھنؤ میں پارکی مسجد میں سنی شیعہوں میں ایک عظیم فوجداری ہوئی۔ ۱۸۸۵ء مطابق ۱۳۰۶ھ کا یہ واقعہ ہے نومبری صاحب، کمشنر لکھنؤ کو بعض حضرات اہلسنت مختلف ذرائع سے اپنا ہمدرد پہلے سے بنا چکے تھے۔ صاحب بہادر شیعہوں کو شیر و دل آزار یقین کر چکے تھے۔ اس فوجداری میں چند شیعہوں کو سزائیں ہوئیں۔ اب کمشنر صاحب کو سو جھایا گیا کہ بڑے مجتہد اس شہر کے یہی جناب ہیں۔ اگر دباؤ یا دوستی میں یہ بلا فصل کی موقوفی کا حکم دے دیں تو تمام ہندوستان سے بلا فصل مٹ جائے اور یہ باہمی نزاع و فساد برطرف ہو جائیں۔ بعض

سے برابر کہتے ہمراہ لئے مسجد کے اندر داخل ہو جاتے تھے، مسجد کے حوض میں کتے ڈالتے تھے۔ پھر کسی باہمت کا دل نہ دکھا۔ انہیں جناب نے یہ فکر کی کہ صاحب کمشنر بہادر سے ملاقات کی اور اپنے امام باڑہ میں دعوت دی۔ صاحب بہادر وقت معینہ پر ملاقات کو آئے۔ چوترا متصل امام باڑہ پر کرسیوں کی نشست ہوئی آپ نے متعدد کشتیاں میوہ و ہارو لونڈرو وغیرہ پیش کش کیا۔ اکثر خاص احباب و رؤساء بھی شریک صحبت تھے۔ سامنے ضریح اقدس پر امام باڑہ میں ایک سیاہ پوش ڈال رکھی تھی۔ چند منٹ گزرنے پر صاحب بہادر کو اس ضریح کی زیارت پر آمادہ فرمایا اور مختصر کیفیت عزاداری و احترام مسجد و امام باڑہ کا ذکر بذریعہ انگریزی مترجم بیان کیا۔ صاحب بہادر مشتاق زیارت چوترا سے آگے بڑھے، چاہا اندر امام باڑہ کے داخل ہوں۔ فوراً ان جناب نے روکا، فرمایا: ”ہمارے مذہب میں کوئی شخص بجز مسلمان اندر نہیں جاسکتا۔ یہ فرما کر داروغہ میری اعلیٰ صاحب مرحوم کو حکم ہوا، ضریح سے پوش ہٹائی گئی، دور سے صاحب نے زیارت کی۔ سر سے ٹوپی اتاری۔ اسی دوران میں حال زار مسجد آصفی ان جناب نے بیان کیا۔ صاحب خلیق و مہربان تھے، فوراً وعدہ کیا کہ اندر مسجد کے اب کوئی فوجی شخص داخل نہ ہوگا۔ رخصت ہوئے۔ دوسرے ہی روز ایک حکم امتناعی لکھ کر جناب مرحوم کو بھیج دیا اور لکھا جس مقام سے آگے بڑھنا غیر مذہب کا مسجد میں آپ کے مذہب میں ممنوع ہے، اسی مقام پر یہ چٹھی لگا دی جائے۔ آپ نے شکر خدا ادا کیا اور شیشہ کے چوکھٹے میں چٹھی لگا کر چوترا کے پاس مسجد کے لٹکوا دی۔ اسی روز سے حسب عادت جب انگریز مسجد میں آنا چاہتے تھے، اس حکم کو دیکھ کر الٹے پیر واپس جاتے تھے۔ اب یہی وہ مسجد ہے جس میں خوشامدی،

صورت میں شیعہ رئیسوں نے بھی جا کر کہہ دیا کہ بلا فصل کہنا جدید ہے، شاہی میں نہ تھا۔ اب کیا پوچھنا، تائید ہوتے ہی صاحب کمشنر مستعد ہو گئے۔ چٹھی بھیج کر جناب کو بلایا۔ جب آپ بنگلہ پر پہنچے، صاحب ہاتھ ملاتے ہی کہنے لگے: ”بلا فصل جزو اذان نہیں ہے۔ آپ اس کو روک دیجئے تاکہ ہندوستان میں امن قائم ہو، ورنہ آپ ایسے تمام فسادات کے ذمہ دار ہوں گے۔“ جناب نے فرمایا: ”معاملات مذہبی میں نہ حکام کو مداخلت کا حق ہے، نہ ہمارے منع کرنے سے کوئی اپنے فرائض مذہبی کو ترک کرے گا، مذہب شیعہ کی بنیاد اسی اعتقاد پر ہے۔ اس کا ترک کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم اپنا مذہب ترک کر دیں۔ اور تنہا یہ میرا فعل نہیں، تمام شیعہ قوم کا یہی مذہب ہے اور علماء ہیں ان سے بھی کہئے۔ دیکھئے، وہ کیا فرماتے ہیں؟“

صاحب بہادر: ”ہم کچھ نہیں جانتے آپ اور علماء کو بھی راضی کیجئے۔ جدید بات نہیں ہو سکتی۔“

اس روز کی صحبت اسی پر تمام ہوئی۔ آپ متردومکان تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ بعض نام کے شیعہ بھی یہی کہہ آئے خوش آمد میں کہ بلا فصل جدید ہے۔ چند روز بعد پھر چٹھی طلب میں آئی۔ جناب مرحوم بنگلہ پر تشریف لے گئے۔ آپ کے خاص احباب جن کو معلوم ہوا، وہ سب ایک جمعیت ہو کر بنگلہ کے پاس گرد موجود رہے۔

صاحب بہادر: کہئے مجتہد صاحب! کیا طے کیا؟

جناب: وہی جو اس روز طے ہوا تھا۔ یہ کلمہ شہادت جزو ایمان ہے، ترک نہیں ہو سکتا اور قدیم الایام سے جاری ہے۔ صاحب بہادر برہم ہو کر کھڑے ہوئے، اسلحہ کے کمرہ میں لائے، کہا: ”آپ نے یہ اسلحہ دیکھے ہیں۔ گورنمنٹ کے اقتدار کو جانتے ہیں۔“

جناب: خوب جانتا ہوں۔ گولا بارود تو ب و بندوق فوج و لشکر سب کچھ گورنمنٹ کے پاس ہے۔ میرا سر حاضر ہے اور مذہب دینے کی اور ترک کرنے کی چیز نہیں ہے۔ اگر کسی شیعہ سے کہوں تم اپنا مذہب بدل دو تو وہ میری کب سنے گا؟ صاحب بہادر پھر کمرہ میں لائے کہا: گورنمنٹ آپ سے خوش ہوگی، اہلسنت شکر گزار ہوں گے، آپ سے ایک چیز مانگتے ہیں، وہ دے دیجئے۔

جناب: سر دینے کے لئے حاضر ہے۔ مذہب دینے کی چیز نہیں ہے۔

صاحب بہادر: اچھا جانیئے۔ اگر آئندہ کوئی فساد ہوا تو آپ ذمہ دار ہیں۔

جناب مرحوم باہر آئے۔ احباب سے مفصل بیان کیا۔ آپ کے دلی دوست جناب نواب مہدی علی خاں صاحب مرحوم دینداری و جوش مذہبی و ہمت مردانہ میں مشہور ہیں۔ ان مرحوم نے یہ فکر کی کہ نوچندی جمعرات کو درگاہ میں بڑا مجمع ہوتا ہے، ماتم و مجلس ہوتی ہے۔ جب یہ قصہ لکھنؤ میں ہوا، مومنین کمال بے چینی سے سینہ زنی و ماتم و مجلس کرتے تھے۔ نواب صاحب سہ پہر کو گھوڑے پر سوار صاحب کے بنگلہ پر پہنچے اور مل کر کہا: ”لکھنؤ میں اندیشہ عظیم بلوہ کا ہے۔ آپ نے شیعوں کے مجتہد سے سختی کی۔ ان سے مذہبی فریضہ ترک کرانا چاہتے ہیں۔ لوگوں میں بے چینی ہے۔ اگر آپ اس وقت تنہا میرے ساتھ چلیں تو اس مجمع کے منتشر کرنے کا میں ذمہ دار ہوں اور اگر پولیس وغیرہ سے کام لیا تو کشت و خون ہوگا۔ صاحب کو سمجھا کر گھوڑے پر ساتھ لیا۔ درگاہ پہنچے۔ دور سے صداے گریہ وزاری و سینہ زنی آرہی تھی۔ صاحب بہت متردد ہوئے۔ آگے بڑھنے میں پس و پیش کرتے تھے۔ نواب

بدون عیال و اطفال روانہ عتبات عالیات ہوئے۔ اس سفر کے کوائف بالکل معلوم نہ ہوئے۔

دوسرا سفر عراق

مع اہل و عیال و اطفال خرد سال دوبارہ روانہ زیارت عتبات عالیات ہوئے۔ چونکہ آپ ہمیشہ بیمار و ضعیف رہتے تھے، زندگی سے مایوس تھے، اس لئے ایک وصیت نامہ بتاریخ ۲۴/۱۸۸۱ء ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ روز جمعہ مطابق ۱۷/۱۸/۱۸۸۱ء بنام جناب عم معظم عماد العلماء جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ کہ شاگرد رشید و داماد حضرت ممتاز العلماء رحمہ اللہ تھے، لکھ کر رجسٹری کرایا اور بذریعہ وصیت نامہ کے ان جناب کو اپنا ولی عہد و قائم مقام کیا۔ تمام امور شرعیہ و امور متعلق منصب اجتہاد و کل اوقاف و نماز جمعہ و جماعات ان جناب کے سپرد کئے اور وصیت کی کہ ”بعد میرے میری اولاد نابالغ کو بعد حصول بلوغ و قابلیت جو شخص اہل و لائق ہو تمام امور مفوضہ میرے تفویض کر دیں۔“ پھر مجلس امام باڑہ میں منعقد فرما کر بعد ختم مجلس خود منبر پر تشریف لے گئے۔ بے ثباتی دنیا اور اپنی بیماری کا اظہار کر کے ارادہ عراق جانے کا ظاہر فرمایا اور سب سے رخصت ہوئے اور سب کو ہدایت کی کہ برادر موصوف کو میں نے اپنا ولی عہد کیا ہے۔ بعد میرے ان کی تعظیم و احترام میں کوتاہی نہ کریں اور دستخط مسائل و حصول فتاویٰ میں ان جناب سے رجوع کریں۔ مومنین میں اس مختصر تقریر میں کہرام برپا ہوا۔ آپ روانہ ملک عراق ہوئے چھ ماہ کامل عم معظم آپ کے مساجد پر اقامت جمعہ و جماعت و دستخط مسائل و نگرانی اوقاف فرماتے رہے۔ اس سفر عراق کی ہم کو حالت مفصل معلوم نہ ہو سکی کہ کس طرح سے یہ سفر تمام ہوا اور کیا واقعات تھے ہم بہت صغیر السن تھے۔

صاحب مرحوم اطمینان دلاتے قریب پھانک پہنچے۔ اس مجمع کو دکھا کر کہا: ”اسی طرح اس وقت ہر کربلا درگاہ امام باڑہ میں مجمع ہے۔ آپ نے ان کے مجتہد سے جو برابر تاؤ کیا۔ سب ناراض و جان دینے پر تیار ہیں۔ یقین جانے سڑک کی مہریوں میں پانی کے عوض خون بہتا ہوگا۔“

صاحب بہادر: ہر گز نہیں، اگر شیعہ ناراض ہیں تو آئندہ مجتہد صاحب کو ہم تکلیف نہ دیں گے۔ آپ لوگوں کو مطمئن کریں۔ ہم کوئی عاملانہ کاروائی بلا فصل کے متعلق نہیں کرنا چاہتے۔ نواب صاحب اس مجمع کے قریب آئے۔ سب کو اطمینان دلایا۔ چند سمجھدار حضرات کو مجمع سے منتخب کر کے صاحب کے روبرو پیش کیا۔ صاحب بہادر سے اپنے شکایات بیان کئے۔ سب کو اطمینان دیا۔ مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور پر آمادہ ہوئے۔ آخر نتیجہ شیعہوں کے حق میں فیصلہ ہوا۔ ہر ضلع کے لئے وہی راستہ، وہی نظیر ہوئی۔ حکام نے غور کیا، موقع کی نزاکت کو سمجھے۔ انہیں جناب کی ہمت مردانہ سے اذان میں بلا فصل قائم ہوا۔

باب ۱۳

مختصر حال سفر حج و زیارت

سفر حج

چونکہ جناب ممتاز العلماء سفر حج نہ فرما سکے، وفات ہوتے ہی چہلم سے فارغ ہو کر جناب فردوس مکان نے اپنے دوست خاص حاجی میر احمد حسین صاحب مرحوم کو بہ نیابت جناب ممتاز العلماء حج کے لئے ہمراہ لیا اور مع چند حضرات کے روانہ حج بیت اللہ الحرام ہوئے۔ بعد فراغ حج زیارت مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

پہلا سفر عراق

اکتوبر ۱۸۷۴ء مطابق ماہ شعبان ۱۲۹۱ھ آپ تنہا

تیسرا سفر عراق و ایران

پھر ۳۵ھ میں دوبارہ مع جملہ عیال و اطفال اور بعض دیگر اعزا سفر فرمایا اور جناب عم معظم جناب سید ابوالحسن المعروف بجناب ابوصاحب قبلہ طاب ثراہ کو اس سفر میں اپنا قائم مقام کیا اور جملہ امور شرعیہ ان جناب کے سپرد کئے اور اپنے ہی مکان مسکونہ میں مقیم کیا۔

اس سفر کے مفصل حالات لکھے جائیں تو مبسوط جلد ہو۔ مختصر یہ ہے کہ جن مشاہد مقدسہ میں آپ مشرف ہوتے۔ حضرات علماء کرام دید کو تشریف لاتے، کمال محبت و تپاک سے ملاقاتیں ہوئیں اور اس سفر میں بارہ اجازہ مفصل و مبسوط اکابر علمائے عراق سے حاصل فرمائے اور ایک تقریظ کتاب مستطاب ینابیع الانوار جلد ثالث تفسیر قرآن مجید پر جو آپ نے تصنیف فرمائی تھی، خاتمۃ المجتہدین سرکار میرزا محمد حسن شیرازی رحمہ اللہ سے حاصل فرمائی۔ یہ اجازات و تقریظ طبع نہیں ہوئے اور باوجود سالہا سال کی سعی و کوشش کے جناب برادر معظم مولانا محمد تقی صاحب قبلہ سے احقر کو دستیاب نہ ہوئے، مجبور مندرج تذکرہ ہذا نہ کر سکا۔

سفر خراسان

بعد فراغ زیارت عتبات عرش درجات ان جناب کو خیال مشہد مقدس خراسان ہوا۔ حرم محترم میں استخارہ فرمایا، بہتر آیا۔ اپنے احباب حضرات علماء اعلام خصوص حضرت شیخ الاسلام شیخ زین العابدین مازندرانی و خانوادہ حجتہ الاسلام آقا سید علی صاحب ریاض طاب ثراہ سے مشورہ فرمایا۔ منازل کے حالات اور صعوبات سفر دریافت کئے۔ آنحضرت نے آپ کو مطمئن کیا۔ راہ کرمان شاہ و سبزوار و قم سفر کے لئے تجویز ہوئے۔ آپ مہیائے سفر ہوئے۔ حضرات موصوفین نے علمائے

ایران و شاہ کجکلاہ حضرت ناصرالدین شاہ مقتول کو ان جناب کے عزم کی اطلاع لکھی۔ جب آیۃ اللہ فی العالمین آخوند ملا حسین اردکانی کو آپ کے عزم پر اطلاع ہوئی تو ان جناب نے بھی وزراء و امراء و شاہ ایران کو خطوط لکھے تاکہ راہ میں آپ کو زحمت نہ ہو۔ وہ جناب سب سے رخصت ہو کر روانہ خراسان ہوئے۔ جس منزل پر آپ کا ورود ہوتا، علمائے اعلام و اعیان استقبال کو تشریف لاتے اور بکمال عزت و احترام پیش آتے تھے، یہاں تک کہ شاہ عبدالعظیم میں وارد ہوئے اور منزل کی۔ حضرات علماء و اعیان طہران سے تشریف لائے اور شاہ مرحوم ناصرالدین شاہ کی طرف سے آپ کو طہران میں مدعو کیا۔ آپ نے عذر کیا اور قیام کے لئے شاہ عبدالعظیم کو پسند فرمایا۔ اصرار پر ارشاد ہوا کہ میں بغرض زیارت آیا ہوں، نہ بغرض سیرو سیاحت یا ملاقات شاہ و شہریار۔ ایک فقیر کو مہمانی بادشاہ سے کیا تعلق؟ حضرات کو علم ہو کہ آپ محض مہمانی شاہ سے کارہ ہیں۔ اس وقت حجتہ الاسلام آقا میرزا فضل اللہ نوری مازندرانی مقتول نے ان جناب کو باصرار خود مدعو کیا اور اپنا مہمان کیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ جناب نوری نے ہمارے محمل و کجاوہ و تخت رواں وہیں چھوڑی اور محمل کی کاٹھیوں سے آراستہ الاق لائے گئے جس پر ہم سب سوار ہو کر داخل دارالسلطنت طہران ہوئے۔ شہر پناہ پر ہجوم اعیان و طلباء و علماء تھا۔ سواری پہنچتے ہی دُنبہ حسب رسم ایران قربانی کیا گیا اور اپنے معزز مہمان کو بکمال احترام داخل شہر کیا اور ایک قصر شاہی میں ساکن کیا۔ آٹھ روز تک باصرار آپ مہمان جناب نوری رہے۔ اس طرح سے کہ تمام قافلہ قریب بیالیس نفر مع قاطر والا سب کا خورد و نوش مطبخ جناب نوری سے تھا۔ ہر روز اہل شہر علماء و مجتہدین وزراء و اراکین ملاقات کو تشریف لاتے تھے اور مجمع کثیر صحبت میں رہتا

مبادا حرج ہو لہذا اذن رخصت عطا ہو۔

شاہ نے وعدہ دعوت و مہمانی وقت مراجعت چاہا۔ فرمایا کہ خلیج فارس میں مجھ کو طوفان شدید ملا۔ اطفال کو تکلیف شدید ہوئی لہذا ارادہ ہے کہ راہ کابل سے ہندوستان مراجعت کروں۔ بادشاہ نے بے حد اصرار فرمایا۔ وعدہ استخارہ ملاحظہ کرنے پر کیا گیا اور رخصت ہوئے۔ تمام گفتگو متفرق مطالب پر رہی۔ سفر عراق کے حالات اور ہندوستان کی کیفیت و بعض خاندانی حالات جناب جد معظم حضرت غفران مآب رحمہ اللہ کے عراق سے تحصیل علم کر کے ہندوستان تشریف آوری اور ترویج دین فرمانا، یہی امور ملاقات میں پیش رہے، کوئی خاص بات نہ تھی۔ جب جناب فرد گاہ پر تشریف لائے، افتخار الملک پروانہ شاہی اور انگشتی الماس منجانب شاہ لے کر حاضر ہوئے۔ پروانہ میں ہدیہ جناب مرحوم کی عظمت کا اظہار اور اپنے ہدیہ کی بے حقیقتی کا ذکر تھا اور بیان تھا اس امر کا کہ یہ انگشت بطور یادگار ہے جو انگشت مبارک میں رہے اور اوقات اجابت دعا میں میں آپ کو یاد رہوں۔ اس پروانہ میں آپ کو حجۃ الاسلام کے خطاب سے مخاطب کیا گیا تھا۔

جناب مرحوم نے اس پروانہ اور انگشت کو لے کر سبز رنگ کا دو شالہ نہایت اعلیٰ افتخار الملک کو خلعت میں دیا۔ ہر چند علامہ نوری رحمہ نے منع فرمایا اور کہا کہ خلاف داب شاہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری عزت کے خلاف ہے کہ شاہی پروانہ و ہدیہ ہم لیں اور حامل کو خلعت نہ دیں۔ ہمارے آئین و دستور کے خلاف ہے۔ مختصر وہ خلعت دیا گیا۔ قیمت انگشت کا تخمینہ کیا گیا۔ مبلغ آٹھ سو روپیہ سے زائد قیمت کی نہ تھی۔

وجہ نہ قبول کرنے پر دعوت کی

علامہ نوری نے پوچھا آخر آپ دعوت شاہ باوجود اصرار

تھا۔ صدر اعظم ملاقات کو تشریف لائے، مجمع دیکھ کر صلوات پڑھی اور قلت جگہ سے متصل نعال لب فرش بیٹھ گئے۔ حضرات علماء و اہل شہر کی محبت و انس اور تپاک سے ملنا عجب پر لطف منظر تھا لوگ خواہش کرتے تھے کہ آپ دعوت قبول فرمائیں لیکن کہیں دعوت قبول نہ کی۔

کیفیت ملاقات شاہ

ایک روز قریب مغرب ظل سلطان ملاقات کے واسطے آئے اور اشتیاق شاہ سے اطلاع دی اور پیغام بادشاہ کا سنایا کہ وہ طالب ملاقات ہیں۔ باصرار جناب علامہ نوری آپ نے دوسرے روز کے واسطے قبول فرمایا۔ وقت پر آٹھ گھوڑوں کی گاڑی بادشاہ نے لینے کو بھیجی۔ حضرت فردوس مکان اور احقر اور جناب برادر معظم سید محمد تقی صاحب اور داماد مرحوم برادر معظم مولوی سید محمد حسین صاحب گاڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب قصر شاہی کے پاس پہنچے صدر اعظم دروازہ پر استقبال کو آئے اور بادشاہ تک لے گئے۔ بادشاہ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کی۔

شریعت مدار آقا الشیخ فضل اللہ مازندرانی حارّی احقر سے ناقل تھے کہ یہ امر خصائص مرحوم سے ہے۔ بادشاہ نے کسی عالم کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا الا ان جناب کی دست بوسی فرمائی۔ حضرت والدی العلام نے ایک تسبیح خاک شفا جس میں عطر اگر خانہ ساز اعلیٰ لگا ہوا تھا پیش کش کی۔ بادشاہ نے تسبیح کو بوسہ دیا، آنکھوں سے مس کیا۔ عرصہ تک تنہائی میں ملاقات رہی۔ شاہ نے دعوت و قیام طہران پر بے حد اصرار کیا۔ آپ نے عذر فرمایا علالت اطفال کا (اس زمانہ میں شہر میں کالی کھانسی کی شدت تھی۔ تمام اطفال جناب مرحوم کے اسی مرض میں سخت مبتلا تھے۔) اور فرمایا مجھ کو سفر دور و دراز درپیش ہے،

وہ نقش بھی ڈالے گئے، لیکن افسوس یا نہیں کہ وہ کون سا نقش تھا۔ مختصر آپ روانہ خراسان ہوئے۔ منجانب شاہ ایک عالم ایرانی آقا شیخ مصطفیٰ صاحب اور بارہ سوار ہمراہ ہوئے جو منزل بہ منزل ساتھ ہوتے تھے۔ پروانہ جات شاہی تمام حکام کے نام جاری ہوئے۔ ہر منزل پر ردّساء واعیان و علماء و مومنین ملاقات کو آتے اور دعوت کی تکلیف دیتے۔ آپ بکمال عذر و معذرت رخصت ہوتے تھے۔

اس سفر میں طہران و سبزوار کا ورود نہایت باشان و شوکت تھا۔ سبزوار چونکہ وطن اصلی تھا، لہذا پانچ روز وہ جناب مقیم سبزوار رہے، یہاں بھی کمال احترام و اعزاز سے استقبال ہوا۔ برادران وطن بے حد لطف و محبت سے پیش آئے اور حضرت غفران مآب رحمہ اللہ کے سبزواری الاصل ہونے پر افتخار کرتے تھے۔

مختصر جب آپ کسی منزل پر پہنچتے تھے، پہلے امام زادوں کے مزار کی زیارت فرماتے تھے، یہاں تک کہ وارد مشہد مقدس ہوئے اور مطبخ امام علیہ السلام سے طعام ضیافت آیا جس نمک خواری کا ہم کو فخر و اعزاز حاصل ہوا وَاللّٰهُ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مر اجعت بہ ہندوستان

بارہ روز قیام کے بعد حرم محترم امام علیہ السلام میں آپ نے استخارہ فرمایا کہ براہ کابل روانہ ہند ہوں۔ استخارہ واجب آیا۔ اپنے ارادہ سے حاکم خراسان کو اطلاع دی اور براہ ہرات و قندھار روانہ ہندوستان ہوئے۔ شاہ ایران نے امیر افغان ہز مجسٹی عبدالرحمن خان کو اطلاع دی۔ منجانب امیر آٹھ سوار ہمراہ کئے گئے، منزل بہ منزل آپ کے ساتھ تھے۔ خوانین و حکام کو احکام پہنچے، ہر منزل پر حکام ملاقات کو آتے

کیوں نہیں قبول کرتے۔ جواب دیا کہ میں زیارت کے واسطے آیا ہوں اور اس قسم کے امور مانع اخلاص و تقرب جناب احدیت ہیں، اس لئے گوارا نہیں کیا اپنی زحمت و تکلیف کو ضائع کروں۔

علاج مرض

چونکہ بادشاہ کو علم عیال کی بیماری کا ہوا تھا، تین طبیب مقرر کئے گئے جو آ کر مشغول علاج ہوئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور سب نے کہا بدون ختم میعاد کے مرض کالی کھانسی کا نہیں جاتا ہے۔ مجبوراً آٹھ روز قیام کے بعد آپ روانہ خراسان ہوئے۔

نسخہ سرمہ

لوگوں سے معلوم ہوا کہ دودوا میں اس مرض کی مجرب ہیں، ان کا استعمال ہو:

(۱) مرغ ذبح کیا جائے جس وقت خون دھار بن کر نکلے، مریض منہ لگا کر ایک گھونٹ پی لے۔ اسی خون سے کھانسی جاتی رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا ”لا شفا فی الحرام“* حرام کا استعمال ہم نہیں کر سکتے۔

(۲) بکری کے دودھ میں کتیرہ کی کھیر پکا کر کھانا بھی نہایت مفید ہے۔ اس کو منظور کیا اور بوجوب استخارہ تمام اطفال کو استعمال کرایا۔ شافی مطلق نے سب کو صحت دی۔

تعمید

بعض لوگوں نے خشک کدو کے چھلکے پر کچھ نقش لکھ کر دیئے اور بے حد مجرب و آزمودہ بتایا۔ مریضوں کے گلے میں

* [کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث خلاف تجربہ ہے۔ حرام اشیاء کا نفع بدیہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ جس وقت حرام بصورت انحصار استعمال کرایا جاتا ہے اور شفا ہوتی ہے، تو اس وقت وہ شے حرام ہی نہیں رہتی، حلال و مباح ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نفع بھی ہوتا ہے اور در صورت عدم انحصار نفع ہونا امراض طبعیہ میں مشاہدہ ہے اور تعلق حدیث کا امراض روحانیہ سے ہے فافہم و تدبر۔]

زیر شامیانہ باندھے گئے اور لوگ احتراماً ان گھوڑوں کو بوسہ دیتے اور خاک پالے جاتے اور تبرک سمجھتے تھے۔ جس مسہری پر آپ بیٹھ جاتے تھے، لوگ اس کے نیچے کی مٹی لے کر بچوں کے لگاتے اور گلوں میں ڈالتے تھے۔ دیگوں میں منوں کھانا پک کر محض اس لئے آتا تھا کہ آپ ہر ایک کو جھوٹا کر دیں اور وہ سوراپ کا استشفاء مومنین خوش اعتقاد پر تقسیم ہوتا تھا۔

باب - ۱۴

مرغوبات

آپ کو اکثر چیزوں کا شوق تھا:

- (۱) لباس بے جوڑ نہ پہنتے تھے، صوفیانہ رنگ بہت پسند تھا۔ ایرانی چھٹیں اور ایرانی جرابیں بہت استعمال فرماتے تھے۔ عراقی سیاہ چھپا ہوا رومال، دوشالہ نہایت باریک استری کا، بمختلف الالوان عراق کی درست کردہ جس پر نہایت گراں قیمت شیراز کے کسی پر ناد علی اور کسی پر سورہ جمعہ لکھا ہوتا تھا۔
- (۲) عطر و خوشبو کا بے حد شوق تھا۔ گھر میں عطر بنواتے تھے اور نہایت اعلیٰ قیمت عطر استعمال فرماتے تھے۔ عود و آگرو زعفران کے نہایت اعلیٰ درجہ کے کنٹروں میں مملو رہتے تھے۔
- (۳) حلال حیوانات کے بے حد شوقین، متعدد بکریاں اور سیکڑوں رنگین لقمہ کبوتر اور سبزوار و پہاڑی مرغوں کے جوڑے متعدد پالتے تھے۔

حکایت

آپ کے دوست خاص جناب نواب مہدی علی خاں صاحب مرحوم نے آپ کو ایک مور کا جوڑا بھیجا، اس خیال سے باغ میں رکھا جائے۔ جس وقت وہ جوڑا آکر چھوڑا گیا، اس کے حسن ظاہری پر آپ حمد جناب باری فرماتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: میں اس کو نہ پالوں گا۔ یہ حرام ہے۔ حفاظت حیوان

تھے اور باعزاز و احترام روانہ کرتے تھے۔ ہرات و قندھار میں آپ نے زاید قیام فرمایا۔ منجانب امیر پیغام ملاقات و دعوت پہنچا۔ آپ نے معذرت کی۔ فرمایا، اگر راہ میں دارالسلطنت ہوتا تو بیشک ملاقات کرتا اور اب معذور ہوں۔ ہرات میں آٹھ روز تک آپ باصرار روکے گئے اور تمام سامان راحت منجانب امیر مہیا ہوا اور آپ مہمان امیر رہے۔ قندھار میں چار روز تک قیام رہا۔ اس شہر میں شیعہ زائد مقیم تھے۔ متصل دید و باز دید رہے تا اینکه وارد چمن ہوئے۔

حدود ہندوستان میں آپ کے احباب خاص و مقلدین باختصاص کو خربلی۔ ہر شخص متمنی کہ آپ چند روز قیام فرمائیں۔ مرزا بابو صاحب مرحوم ڈسٹرکٹ انجینئر آپ کے قدیم دوست تھے، باصرار سیالکوٹ میں چند روز شہر ملتان میں چند روز توقف پر مجبور کیا۔ دو روز لاہور اور چند روز سہارنپور اور چند روز گنیم ضلع بجنور اور چند روز میرٹھ اور چند روز مراد آباد میں آپ کو توقف کرنا پڑا۔

سہارنپور

سہارنپور کا ورود بھی یادگار رہے گا۔ اسٹیشن کی آراستگی اور فروگاہ تک سڑک اور دکانات کا جھنڈیوں سے آراستہ ہونا، سواری کا جلوس، استقبالیوں کا جھوم، عجب شان و شوکت سے آپ داخل شہر ہوئے۔ اس طرح سے کسی کا استقبال اس شہر میں نہیں کیا گیا۔

ملتان

ملتان کا قیام بھی نہایت پر لطف تھا۔ وہاں کے نقوی سادات گردیزی ہم جدی ان جناب کے تھے، بے حد اخلاص و ارادت سے ملاقی ہوئے۔ حسن عقیدت کی یہ حد تھی کہ جس گاڑی پر آپ سوار داخل شہر ہوئے اس کے گھوڑے کھول کر

علاوہ ان تصانیف کے، آپ اپنے عہد میں چونکہ مرجع خلاق تھے اور دستخط مسائل بکثرت فرماتے تھے۔ بیرون جات و شہر کے سیکڑوں مسئلہ دستخط ہوتے تھے۔ اگر وہ سب مدون ہوتے، تو مجلد کثیرہ ہو جاتے، لیکن افسوس ان کی تدوین نہ ہوئی۔

تلامذہ

بسبب مذکورہ وجوہ کے تلامذہ بھی بہت کم تھے اور سب کے اسماء بھی معلوم نہ ہو سکے۔ بعض اسماء محقق خیر و محدث بے نظیر جناب مرحوم مولوی سید محمد حسین صاحب سے معلوم ہوئے اور بعض دیگر حضرات سے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) محقق بے نظیر جناب مولوی سید محمد حسین صاحب قبلہ مرحوم جن کی انتہائے تعلیم انھیں جناب سے فقہ و اصول کی ہوئی۔

(۲) خیر خیر، بدر نیر جناب مولوی میرزا محمد ہادی صاحب (رسوا) بی۔ اے۔ پروفیسر کریشن کالج، لکھنؤ۔

(۳) فاضل کامل جناب مولانا مولوی لطافت علی صاحب قبلہ

(۴) ازہد اور ع جناب مولوی سید امیر حسین صاحب مرحوم پیش نماز کربلائے امداد حسین خاں صاحب

(۵) المعلم المفرد جناب مولوی محمد احسن صاحب شکار پوری۔

(۶) فاضل کامل جناب مولوی سید مہدی حسین صاحب المعروف بجناب نین صاحب مرحوم۔

(۷) طبیب حاذق جناب حکیم میرزا محمد تقی صاحب دام فضلہ

(۸) طبیب حاذق جناب حکیم سید رضا حسین صاحب دام شرفہ

(۹) عمدۃ القراء جناب یعقوب علی خان صاحب المتخلص بہ نصرت دام عزہ۔

حرام خلاف رجحان ہے، بجز بعض مستثنیات کے۔ لوگوں نے عرض کی، پھر نواب صاحب کو واپس فرمائیے ارشاد ہوا، دینے میں یہ خیال ہے کہ موصوف اس کو پالیں گے اور میں ایک حیوان حرام کی حفاظت کا سبب ہوں گا۔ برادر مرحوم سید احمد حسین صاحب نے عرض کیا، مجھ کو مرحمت ہو۔ ارشاد ہوا وہی منظور ہے جو نواب صاحب کو واپس دینے میں ہے۔ لوگوں نے عرض کی، پھر کسی مومن کو دیا جائے، وہ نخاس میں بیچ کر لے۔ فرمایا، خرید و فروخت شے حرام کی حرام ہے۔ اب لوگ تمہیر ہیں، پھر آخر کیا ہوگا؟ فرمایا، پر دار ہے بارغ میں چھوڑ دو، خود چلا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ حیوان اسی روز اُڑ گیا۔

(۴) ظروف چینی کا بھی آپ کو کمال شوق تھا۔ عمدہ و خوش وضع چینی کے برتن اکثر محبوب تھے۔

باب ۱۵

باقیات صالحات

تصانیف شریفہ

باوجود دائم المرض اور نقیض ہونے کے اور کثرت اسفار حج و زیارات کے ان جناب نے حسب ذیل تصانیف فرمائے۔

(۱) تفسیر سورہ یوسف بطور موعظ۔

(۲) یَوَاقِیْتُ الدَّرَرَ فِی التَّمَاثِیْلِ وَالضُّوَرِ عربی فقہ استدلالی حرمت تصویر کشی میں۔

(۳) نُورُ الْأَبْصَارِ فِی أَحْوَالِ الْمُخْتَارِ فارسی۔

(۴) شَمْعَةُ فِی الْجُمُعَةِ فقہ استدلالی مجلد ضخیم اثبات وجوب تخییری نماز جمعہ عربی

(۵) جزو ثالث یتابیع الأنوار تفسیر القرآن مجید مجلد کبیر عربی۔

اولاد ذکور

آپ کی اکثر ابتدائی اولادیں ضائع ہوئیں اور یہی وجہ تعدد ازواج کی بھی ہوئی جو اولاد ذکور آپ کی وفات کے وقت تھی، حسب ذیل ہیں:

(۱) عمدة العلماء وزبدة الفضلاء جناب مولوی سید محمد تقی صاحب قبلہ وفقہ اللہ تعالیٰ جن کی ولادت ۱۲۹۳ھ میں ہوئی اور افاضل علماء بلاد سے تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ کی فقہ و اصول میں شرح لمعہ وقوانین وفصول غروی خدمت حضرت عم مرحوم بحر العلوم جناب علن صاحب قبلہ میں پڑھتے۔ ہم نے اور اکثر حضرات نے خود مشاہدہ کیا۔

(۲) ان جناب کا خلف غیر صالح یہ عبداحقر سید احمد ہے۔ ۱۸ ماہ ذی الحجۃ الحرام روز جمعہ ۱۲۹۵ھ میں ولادت ہوئی۔

(۳) فاضل رشید محقق وحید انجی ومحبہ قلبی وفلذۃ کبریٰ فخر الزمن مولوی سید ابوالحسن سلمہ اللہ وابقاہ جن کی ولادت ۱۲۹۹ھ بمبئی میں ہوئی بست و ششم ماہ صفر کو۔

(۴) سید رضی سلمہ ۱۳۰۲ھ میں ولادت ہوئی۔

(۵) سید حسین مرحوم جن کی ولادت کربلائے معلیٰ میں تیسرے سفر میں ہوئی اور بعد وفات جناب مرحوم اسی سال انتقال کیا۔

باب ۱۶

وفات حسرت آیات

یاد مرگ

ہمیشہ آپ اپنی بیماری کی وجہ سے مہیاے مرگ رہتے تھے اور اغلب بطور پیشین گوئی فرماتے تھے کہ ہماری عمر حضرت جنت تاب والد ماجد سے کم ہوگی۔ یاد مرگ میں کفن و تبرکات کی جمع و فراہمی میں مشغول رہتے تھے۔

کفن

حج سے فراغ کے بعد احرامی کو اپنی اپنے ضراتح مقدسہ سے مس فرماتے تھے اور ایک بردیمانی نہایت اعلیٰ تمام قرآن مجید جس پر لکھا تھا، فراہم کی تھی، تمام مشاہد مقدسہ کے غبار و حرم بیت اللہ کی خاک اور خاک شفا تحقیق یمینی کندہ اسماء پنجتن یہ اشیا پہلے سے موجود تھے۔ ہمیشہ اغلب اوقات صندوقچہ کھول کر ملاحظہ فرماتے اور یاد موت کو تازہ کرتے تھے۔ ایک تقطیع چوبی پر کچھ آیات لکھے تھے جس کے قبر میں رکھنے کی وصیت تھی۔ اتفاقاً ہم نے ایک کتاب قلمی میں نقل اعن سید العلماء علیہن مکان رحمہ اللہ دیکھا وہ جناب تحریر فرماتے ہیں ”ہذه الايات الكريمة والاسماء المتبركة قد استنسخها والدى العلامة والحب الفهامة المؤيد من الله العلي السيد دلدار علی افاض الله تربته شنا بيب رحمة علی لوح من ساحة عند قرب وفاته لیوضع معه فی قبوه عند راسه وهذه صورة ما استنسخه۔“ بسم الله الرحمن الرحيم ربنا اتنا سمعنا مناديا ينادي بالايمان ان امنو ببرككم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا يوم القيامة انک لا تخلف الميعاد ربنا امننا فاغفر لنا وارحمنا وانت خير الراحمين ربنا اتنا فی الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین يوم يقوم الحساب ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرارکما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا ربنا اغفر لنا ولا خوفنا الذین سبقون بالايمان رب

انزلی منزلا مبارک اونت خیر المنزلین بحق محمد
وعلی وفاطمة والحسن والحسین وعلی و محمد
وجعفر وموسی وعلی و محمد وعلی وحسن والحجة
القائم المہدی صاحب الزمان خلیفۃ الرحمان
صلوات اللہ علیہم اجمعین برحمتک یا ارحم
الراحمین۔

عجب نہیں یہی آیات و کلمات جناب مرحوم نے بھی
تقطیع پر لکھی ہوں۔

موت کی پیشین گوئی

تقریباً تین ماہ قبل ”سہ پہر کو وہ جناب خانہ احقر میں
آرام فرماتے تھے، کوئی تازہ بیماری نہ تھی، خواب سے بیدار
ہوئے، عادت تھی کہ علاوہ نماز جمعہ ہر روز نماز ظہرین میرے
مکان میں پڑھتے تھے۔ بیدار ہو کر فرمایا، آج ہم اس مکان
سے رخصت ہوتے ہیں، اب نہ آئیں گے۔ یہ فرما کر جناب
برادر معظم مولوی سید محمد تقی صاحب کے مکان پر تشریف لے
گئے۔ ظہرین وہیں ادا فرمائی۔ اپنے مخصوص کمرہ میں شب کو
اس کمرہ میں آرام فرماتے تھے۔ چند روز بعد فرمایا، آج اس
کمرے سے رخصت ہوتے ہیں، اب نہ آئیں گے۔ اندر
کے دالان میں مسہری بچھانے کا حکم ہوا۔ چند روز آرام کیا
اور اسی مسہری کے متصل تختوں پر نماز پڑھتے رہے۔ چوکی پر
خود سے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز چوکی سے تشریف
لا کر فرمایا، اب چوکی پر نہ جائیں گے، چوکی پلنگ کے متصل لگا
دو تخت پر نشستہ نماز پڑھنا شروع کی، طبیب کامل جناب شیخ
علی محمد صاحب مرحوم معالج تھے۔ ایک روز قرآن مجید کی
تلاوت کے بعد جزدان گردانا، بوسہ دیا، فرمایا: قرآن کو بھی
رخصت کیا، اب نہ پڑھیں گے۔ مسہری پر آرام کیا، پھر نہ اٹھا

گیا۔ بقراط عصر جناب حکیم سید حیدر حسین صاحب مرحوم کا
علاج شروع ہوا۔

قبر

پانچ چھ روز قبل وفات داروغہ میریاد علی صاحب کو
طلب فرما کر حکم دیا، پائین پاجناب جنت مآب رحمہ اللہ کے
ابھی سے قبر تیار کراؤ۔ تمام گھر میں کہرام مچا ہوا اور داروغہ
صاحب نے رونا شروع کیا۔ باہر آ کر مشورہ یہ ہوا کہ ابھی سے
تعمیر قبر مناسب نہیں، تعمیر ملتوی ہوئی۔

دعائے عدیلہ و سورۃ یسین

مکرر دعائے عدیلہ و سورۃ یسین پڑھواتے اور سماعت
کرتے تھے کبھی حضرت عم مغفور جناب عماد العلماء میر آغا
صاحب طاب ثراہ سے اور کبھی عم معظم حضرت سید ابوالحسن
جناب ابوصاحب طاب ثراہ سے اور کبھی عم معظم جناب سید حسن
صاحب قبلہ رحمہ اللہ اپنے حقیقی بھائی سے۔

وداع اعزاء

تمام اعزاء اور ملازمین کو چند روز پیشتر پاس طلب کیا۔
ہر ایک سے عفو تقصیر کرائی۔ سب کو وداع و رخصت کیا۔ اس
وقت تمام گھر میں جو طلاطم مچا ہوا، وہ یاس و اندوہ کا منظر ہمیشہ
پیش نظر رہے گا۔

زیارت امام کون و مکان

ایک روز قبل وفات جب کہ قوت پہلو بدلنے کی بھی نہ
تھی، قریب عصر لیٹنے سے از خود نیم قد اٹھ بیٹھے اور نہایت قوی
و بلند آواز میں فرمایا، جلد تختوں کا فرش بدلو، یہ نجس ہے، طاہر
فرش کرو، نہیں دیکھتے کہ ہمارے مولا حضرت امیر المومنین علیہ
السلام تشریف فرما ہیں۔ یہ فرما کر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔
فوراً فرش بدلا گیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا حکم دیا، پلنگ باہر

کے دالان میں قبلہ رخ بچھاؤ۔ ایسا ہی کیا گیا۔

تاریخ انتقال

بسم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۹۰ء جس روز آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی عمہ معظمہ مرحومہ یعنی زوجہ جناب عماد العلماء کو قریب بلا کر بہ ہزار دقت اشارہ سے صندوقچہ طلب ہوا۔ حکم دیا، مہر ہماری نکال لو اور اپنے پاس رکھو۔ کسی کو نہ دینا جس قدر دن چڑھتا گیا حالت متغیر ہوتی رہی بہ اشارہ فرماتے رہے، پیروں کا دم نکل گیا، ہاتھوں کا اب دم نکلا، سینہ پر اب دم ہے، یہاں تک کہ آنکھوں کے اشارہ سے سب کو وداع کیا اور وقت عصر دفعتاً روح پر فتوح راہی خلد بریں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حالات دفن

وصیت تھی، دفن کی تعجیل میں۔ حکام کو جیسے آپ کی اس حالت کی خبر ملی تھی، جناب نواب مہدی علی خاں صاحب مرحوم سے کہا گیا کہ وقت انتقال فوراً ہم کو خبر دو، ہم شریک جنازہ ہوں گے۔ پلٹن ورسالہ جنازہ کے ساتھ ہوگا۔ لیکن حسب وصیت دفن میں تعجیل کی گئی اور اس وصیت سے حکام کو خبر دی، مجبوری کا اظہار کیا۔ اسی وقت جنازہ اٹھا اور بہ جمعیت کثیر واژدہام مومنین دریائے گوئی پر غش گئی۔ باوجود شب ہونے اور سخت سرما کے بے حد مجمع مومنین کا تھا۔ علماء کرام ہمراہ جنازہ حضرت عم معظم ملاذ العلماء جناب سید بچھن صاحب قبلہ اور حضرت عم معظم جناب سید ابو صاحب طاب ثرا ہما پایادہ ہمراہ جنازہ دریا تک تشریف لائے۔ قریب نماز صبح حسب وصیت حضرت عم معظم جناب سید ابو صاحب قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پائیں پا جناب جنت مآب رحمہ اللہ امام باڑہ میں مدفون ہوئے۔

واقعات سوم

تیسرے روز حسب معمول خاندان اسی امام باڑہ میں مجلس فاتحہ خوانی برپا ہوئی۔ تمام امام باڑہ مملو تھا سید الزاکرین جناب مولانا سید علی صاحب رحمہ اللہ نے ذکر مصائب فرمایا اور حسب دستور خاندان رؤساء و علماء نے آپ کا خطاب فردوس مکان قرار دیا۔ شعراء نامدار کی تاریخیں اور مرثیہ پڑھے گئے جن کے مادہائے تاریخ حسب ذیل ہیں:

- (۱) ہست پڑ مردہ گل گلزار ابراہیم وائے۔ ۱۳۰۷ھ
- (۲) بیہ خلیل اللہ شد کعبہ اسلام بائیے۔ ۱۲۹۷ھ فصلی
- (۳) سال مرگش زدر قم کلک جلال۔

شد چو کعبہ جائے ابراہیم خلد۔ ۱۲۹۷ھ

(۴) قطعہ تاریخ از نتیجہ افکار شاعر باوقار

زوار حسین صاحب طرار مرحوم

السلام اے بہ نشاں دین و بنام ابراہیم
الفراق اے برکان خلد و مقام ابراہیم
اے خلیل احدی اے گل گلزار تقی
از رتب تنبت بردا و سلام ابراہیم
ہچو بوے گل نازک ز گلستان جہاں
سوئے گلزار ارم کرد خرام ابراہیم
حجتہ بالغہ و سید و شمس العلماء
حاجی و زائر و شیدائے امام ابراہیم
متقی ابن تقی ابن تقی ابن تقی
الکریم ابن کریم ابن کرام ابراہیم
در سخا حاتم و در فہم وکیاست لقمان
با نفس عیسیٰ و مویٰ بکلام ابراہیم

منج جوہ و کرم مصدر جوہ و احسان
مرجع و مامن و ملجائے انام ابراہیم
ملک دیں داشت بتدبیر تو باللہ قوام
کشور شرع ز تو داشت نظام ابراہیم
یاد دارم کہ باعلایے نشان ایمان
پیش ما بود علم مثل حسام ابراہیم
در مجالس بمساجد بہ نماز عیدین
بسجود و بقعود و بقیام ابراہیم
رفتی ای وائے بدارے کہ دران دارودیار
نرسد ہیچ پیام و نہ سلام ابراہیم
قائم آل عبا دست بدامان است
باز بنیم ترا روز قیام ابراہیم
کوس تاریخ تو از و جرس دل طرار
کرد پایان تقی کوچ و مقام ابراہیم
۷ ۰ ۳ ۱ ۵

اعتقادش سوخت موجودات را درشش جہت
آتش اندر خرمن دنیا و مافیہا قتاد
شام بستم بود از ماہ جمادی نخست
یک بیک از ارتحالش در جہاں غوغا قتاد
او زلفت از خلق شد اسلام بے پشت و پناہ
تاج نورانی ز فرق ملت بیضا قتاد
روز مرگش از زمین شد نالہا چنداں بلند
آہ و افغان خلق را بر طارم اعلیٰ قتاد
بوستان اصل و فرع فقہ شد بے آب و رنگ
برگ سبزے در بہشت علم از طوبیٰ قتاد
گفت کامل از برائے سال فوت آنجناب
کعبہ دیں را چہ رکنے قائمے از پافتاد
۷ ۰ ۳ ۱ ۵

بعد وفات جناب مغفور ہندوستان و عراق میں متعدد
مجالس فاتحہ خوانی برپا ہوئیں۔

اللہم اغفر وارحم تمت بالخیر

(۵) قطعہ تاریخ از افادات فاضل باذل داس
الادباء جناب مولوی سید علی میاں صاحب
المتخلص بکامل

بست رخت زندگی از خلق ہمنام خلیل
بر زمین گوئی یکا یک قہ خضرا قتاد
آسمان شرع شد بے آفتاب از رحلتش
انقلاب تازہ اندر عالم بالا قتاد
شد رواں سیلاب اشک از چشم سکان فلک
قدسیاں را رعشہ خورشید در اعضا قتاد

قطعہ تاریخ تالیف کتاب مستطاب از
نتیجہ افکار ابکار درۃ التاج کشور سخن
دانی و اکیلیل فرق کامرانی ملک الشعراء
فخر الادباء سرکار شاہزادہ میرزا محمد
ثریا قدر بہادر المتخلص بہ ثریا دام اقبالہ

مجتہد ہستند در ملک اودھ
قبلہ ما سید احمد مولوی
در علوم عقلی و نقلی و دین
طب و معنی و بیان راستی

فقه و معقولات و اخلاق و ادب
 در ہمہ برتر بفضل ایزدی
 واقف فرع و اصول معرفت
 سالک راہ طریقت واقعی
 غرق در بحر شریعت روز و شب
 منجلی گشتہ بران سر خفی
 لا تعد دارند اوصاف حمید
 بحر در کوزہ نہ گنجید واقعی
 تا کجا طول کلام مختصر
 والدش بد وارث سید تقی
 عالم اعلام حق اندر جہان
 قاضی احکام ربّ و متقی
 حامی دین ماحی حرف غلط
 خاصہ حق مفتی شرع نبی
 رفت از دنیا چو آن عالی جناب
 جانب ملک بقا با صد خوشی
 بتلائے درد ورنج و غم شدہ
 کل جہاں مخصوص محزون لکھنوی
 گو زمانہ منقضی گشتہ مگر
 خواست طبعش حسب ایمائے ولی
 از سعادت ذکر و حالاتش بہم
 کرد علامہ بہ عالم منجلی
 جز و کل یک جاست بہر یادگار
 اے ثریا بود کار لابی
 سال تالیفش ز حکم آن جناب
 گویم اکنون بود بر من لازمی

خوب این علامہ ہندی نوشت
 بہترین واقعات زندگی
 ۶ ۳ ۳ ۱ ۵

**قطعہ تاریخ طبع از نتیجہ فکر بکر
 فخر الواعظین عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین
 جناب مولانا سید سبط حسن صاحب
 مولوی فاضل والا فاضل و صدر الافاضل
 و ممتاز الافاضل دامہ فیضہ**

این کتابے ہست یا سلک در شہوار علم
 با سوادش طلعت خورشید را توام بہین
 نقش میدارد ز پائے رنگاں در دانش
 چشم عبرت یں بیاد کیف جام جم بہین
 می کند احیائے اہل قبر از ذکر جمیل
 جان من کار لب خاموش عیسیٰ دم بہین
 از گل پژمرده گلشن حکایت میکند
 اشک ریزد بر مزارش بستر شبنم بہین
 نیمہ زن بودہ است گاہی فصل گل اندر چمن
 دیدہ آں ہم کنون اندر جہاں ایں ہم بہین
 نقطہ از حرف و حرفی از جمل مرقوم شد
 قصہ علم درین تحریر لا علم بہین
 از پئے تاریخ طبعش کلک من این نقش بست
 کعبہ توصیف ابراہیم را سلم بہین
 ۷ ۳ ۳ ۱ ۵

تمت بالخیر

